لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النور

رمضان المبارک نمبر

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

ایک جامع دعا

قرآن مجید میں جہاں روزوں کی فرضیت اور شہر رمضان کی فضیلت اور برکات کا ذکر فرمایا گیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے قرب کی بشارت دیتے ہوئے یہ اعلان فرمایا ہے کہ میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں اور اس کا جواب دیتا ہوں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے ہی سمیع الدعاء اور مجیب الدعوات ہے لیکن رمضان مبارک اور روزوں کے بیان میں قبولیت دعا کا ذکر ایک خاص مضمون پیدا کرتا ہے اور روزوں کے ساتھ قبولیت دعا کے گہرے تعلق پر روشنی ڈالتا ہے۔

اس جگہ ایک اور اہم نکتہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں خصوصیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ خبر دی ہے کہ "جب تجھ سے میرے بندے سوال کریں تو میں یقیناً قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں" گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کو اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ آپؐ کا وجود مبارک اور آپؐ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس بات پر شاہد تھا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آپ کا ایک زندہ اور کامل تعلق ہے اور وہ ہمیشہ آپ کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ آپ کی دعاؤں کا ہی اعجاز تھا کہ صدیوں کے روحانی مردے زندہ ہو گئے اور گونگوں اور بہروں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ پس ہمیں یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی دعائیں بھی

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY THE **AHMADIYA MOVEMENT IN ISLAM**, INC., AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St. P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:
THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. Box 226
Chauncey, OH 45719-0226

قبول ہوں اور خداتعالیٰ آپ کی فریادوں کو سنے اور اپنے افضال وانوار نازل فرمائے اور آپ کا معین ومددگار ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ گر سیکھیں، وہ دعائیں سیکھیں جو خدا کے ہاں شرف قبولیت پاتی ہیں۔ آپ کی پیروی اور اطاعت کے طفیل ان فریادوں، ان التجاؤں پر خداتعالیٰ کی نظر کرم ہوگی اور آپ کی دعاؤں کو قوت پرواز عطا ہوگی اور ملاء اعلیٰ میں خدائے محسن ومنان کے ہاں مقبول ہو کر آپ کی دنیا و عاقبت کے سنورنے کے سامان ہونگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ دعاؤں کا ذکر کتب احادیث میں بکثرت موجود ہے۔ ہمیں امید ہے کہ حتی المقدور افراد جماعت ان دعاؤں کو حفظ کر کے انہی مبارک کلمات میں خداتعالیٰ کی جناب سے خیرو برکت کے طالب ہوتے ہونگے۔ لیکن اس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے ایک اور خاص پہلو کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ کی شفقتیں بے انتہاء ہیں اور کسی کے بس میں نہیں کہ ان کا احاطہ کر سکے۔ دیکھیں آپ کی نظر امت کے ان کمزوروں کی طرف کیسے رحمت سے پڑتی ہے جو خواہش کے باوجود ان تمام دعاؤں کو یاد نہیں کر سکتے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی کثرت سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے لئے ممکن نہیں تھا کہ ان سب دعاؤں کو یاد رکھ سکتے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! آپ نے بہت سی دعائیں کی ہیں ہم انہیں حفظ نہیں کر سکتے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تمہیں ایک ایسی دعا نہ بتاؤں جو ان سب دعاؤں پر حاوی ہے؟ تم یہ کہا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ
وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ
وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْكَ الْبَلَاغُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.

"کہ اے اللہ میں تجھ سے ہر وہ خیر طلب کرتا ہوں جو تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب کی تھی اور ہم ہر اس شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں جس شر سے بچنے کے لئے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری پناہ طلب کی تھی۔ اور تو ہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے اور بلاغ تیرا ہی کام ہے اور اللہ کے سوا کسی کو کوئی طاقت اور غلبہ حاصل نہیں"۔

سبحان اللہ! ہمارے محبوب آقا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر کس قدر احسانات ہیں۔ امت

پر آپ کی کتنی شفقتیں ہیں۔ آپ نے کیسی جامع دعا ہمیں سکھادی ہے۔
اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد بعدد ھمہ وغمہ لھذہ الامۃ۔

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر | لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلے تو راہ میں ہارے پار اس نے ہے اتارے | میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں | وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

رمضان المبارک نمبر

جنوری ۱۹۹۸ء

فہرست مضامین

نگران ۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد ۔ امیر جماعت احمدیہ
مدیر ۔ سید شمشاد احمد ناصر

القرآن الحکیم
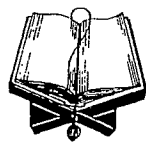
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر بھی (روزوں کا رکھنا اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح اُن لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تا کہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو سو تم روزے رکھو (چند گنتی کے دن! اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اُسے اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہو گی اور اُن لوگوں پر جو اس (یعنی روزہ) کی طاقت نہ رکھتے ہوں (بطور فدیہ) ایک مسکین کا کھانا دینا (بشرطِ استطاعت) واجب ہے اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اُس کے لیے بہتر ہو گا اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو کہ) تمہارا روزے رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے، (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں اس لیے تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اُسے چاہیئے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اُس پر اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی واجب) ہو گی۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا، اور (یہ حکم اُس نے اس لیے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تا کہ تم تعداد کو پورا کر لو اور اس (بات) پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تا کہ تم (اس کے) شکر گذار بنو۔

اور (اے رسول!) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو (تو جواب دے کہ) میں (ان کے) پاس (ہی) ہوں جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں سو چاہیئے کہ وہ (دعا کرنے والے بھی) میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

تمہیں روزہ رکھنے کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانے کی اجازت ہے وہ تمہارے لیے (ایک قسم کا) لباس ہیں اور تم ان کے لیے (ایک قسم کا) لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں کی حق تلفی کرتے تھے اس لیے اُس نے تم پر فضل سے توجہ کی اور تمہاری (اس حالت کی) اصلاح کر دی۔ سو اب تم (بلا تامل) اُن کے پاس جاؤ اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لیے مقدر کیا ہے اس کی جستجو کرو۔ اور کھاؤ اور پیو۔ یہاں تک کہ تمہیں صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے اس کے بعد (صبح سے) رات تک روزوں کی تکمیل کرو۔ اور جب تم مساجد میں معتکف ہو تو اُن کے (یعنی بیویوں کے) پاس نہ جاؤ۔ یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں اس لیے تم ان کے قریب (بھی) مت جاؤ۔ اللہ اسی طرح لوگوں کے لیے اپنے احکامات بیان کرتا ہے تا کہ وہ (ہلاکتوں سے) بچیں۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

روزہ اور اسکی اہمیت

— عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ ۔ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ ، اِنِّیْ صَائِمٌ ۔ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا ، اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ ۔ (بخاری کتاب الصوم باب هل یقول انی صائم اذا شتم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لیے ہیں مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اسکی جزا بنوں گا یعنی اس کی اس نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے، پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور و شر کرے اگر اس سے کوئی گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے ۔ کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے ۔ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی ۔

— عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ۔

(بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل به)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی اس کا روزہ رکھنا بیکار ہے ۔

— عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ ۔

(بخاری کتاب الصوم باب هل یقال رمضان او شهر رمضان)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے ۔

— عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَةً ۔

(بخاری کتاب الصوم باب برکة السحور ومسلم)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے ۔

روزہ رکھنے کی دُعا وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

روزہ کھولنے کی دُعا - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام

روزہ پھر تیسری بات جو اسلام کا رُکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو رُوح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔

رمضان مبارک

رمضان المبارک کو پانچوں نمازوں، نمازِ تہجد۔ نمازِ تراویح، تلاوتِ قرآنِ کریم اور خدا تعالیٰ کی راہ میں کثرت سے صدقہ و خیرات کے ذریعہ مزیّن کریں۔

ظہورِ خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم

اِک رات مَفاسِد کی وہ تیرہ و تار آئی　　جو نُور کی ہر مَشعَل ظُلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی، گمراہی پہ گمراہی　　اِبلیس نے کی اپنے لشکر کی صَف آرائی
طُوفانِ مَفاسِد میں غرق ہوگئے بَحرُ و بَر　　ایرانی و فارانی۔ رُومی وبُخارائی
بَن بیٹھے خدا بندے۔ دیکھا نہ مُقام اُس کا
طاغُوت کے چیلوں نے ہَتھیا لیا نام اُس کا

تب عرشِ مُعلّٰی سے اِک نُور کا تَخت اُترا　　اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نُورانی خورشید سے روشن تر　　پہلو میں لئے جَلوے بے حدّ و شُمار آئی
کافُور ہُوا باطِل، سب ظُلم ہُوئے زائل　　اُس شمس نے دِکھلائی جب شانِ خود آرائی
اِبلیس ہُوا غارت، چَوپَٹ ہُوا کام اُس کا
تَوحید کی یُورِش نے دَر چھوڑا، نہ بام اُس کا

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا　　انوارِ رِسالت ہیں جس کی چمَن آرائی
محبُوبی و رَعنائی کرتی ہیں طواف اُس کا　　قدموں پہ نِثار اُس کے جَمشیدی و دارائی
نبیوں نے سَجائی تھی جو بزمِ مَہ و انجُم　　وَاللہ اُسی کی تھی سب انجُمَن آرائی
دن رات درُود اُس پر ہر اَدنیٰ غُلام اُس کا
پڑھتا ہے بَصَد مِنّت جَپتے ہوئے نام اُس کا

آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دُعا پہنچی — ہم دَر کے فقیروں کے بھی بَخت سنوار آئی

ظاہر ہُوا وہ جلوہ جب اُس سے نِگہ پلٹی — خود حُسنِ نظر اپنا سو چند نِکھار آئی

اے چشمِ خِزاں دیدہ کُھل کُھل کہ سماں بدلا — اے فطرتِ خوابیدہ اُٹھ اُٹھ کہ بہار آئی

نبیوں کا اِمام آیا، اللہ اِمام اُس کا
سب تختوں سے اونچا ہے تختِ عالی مُقام اُس کا

اللہ کے آئینہ خانے سے شریعت کی — نِکلی وہ دُلہن، کرکے جو سولہ سِنگار آئی

اُترا وہ خدا کوہِ فارانِ محمّد پر — موسیٰ کو نہ تھی جس کے دیدار کی یارائی

سب یادوں میں بہتر ہے وہ یاد کہ کُچھ لمحے — جو اُس کے تصوّر کے قدموں میں گُزار آئی

وہ ماہِ تمام اُس کا مہدی تھا غُلام اُس کا
روتے ہُوئے کرتا تھا وہ ذِکر مُدام اُس کا

مرزائے غُلام احمد۔ تھی جو بھی مَتاعِ جاں — کر بیٹھا نثار اُس پر۔ ہو بیٹھا تمام اُس کا

دِل اُس کی محبّت میں ہر لحظہ تھا رام اِس کا — اِخلاص میں کامِل تھا وہ عاشقِ تام اُس کا

اِس دور کا یہ ساقی۔ گھر سے تو نہ کُچھ لایا — مَے خانہ اُسی کا تھا۔ مَے اُس کی تھی جام اُس کا

سازِندہ تھا یہ، اِس کے سب ساجھی تھے مِیت اُس کے
دُھن اِس کی تھی گیت اُس کے۔ لب اِسکے پیام اُس کا

اِک مَیں بھی تو ہوں یارب۔ صیدِ تہِ دام اُس کا — دِل گاتا ہے گُن اُس کے۔ لب جپتے ہیں نام اُس کا

آنکھوں کو بھی دِکھلا دے۔ آنا لبِ بام اُس کا — کانوں میں بھی رَس گھولے۔ ہر گام خِرام اُس کا

خیرات ہو مجھ کو بھی۔ اِک جلوۂ عام اُس کا — پھر یُوں ہو کہ ہو دِل پر۔ اِلہام کلام اُس کا

اُس بام سے نُور اُترے نغمات میں ڈھل ڈھل کر
نغموں سے اُٹھے خوشبو۔ ہو جائے سُرود عنبر

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بقضائے الٰہی رحلت فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے بیٹے، حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، ناظر اعلیٰ و صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان و امیر مقامی ربوہ وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کئی سال سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے مگر آپ کو کئی بار خلاف توقع لمبی عمر حاصل ہوتی رہی۔ چند سال قبل آپ کو دل کا شدید دورہ پڑا۔ آپ ہسپتال میں داخل رہے۔ دل کا دورہ اس قدر شدید تھا کہ بظاہر آپ کی جان بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ طبیعت بہتر ہونے پر ڈاکٹروں نے آپ کو چھ ماہ مکمل طور پر بستر پر لیٹے رہنے کی ہدایت کی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر فضل فرمایا اور آپ صحت یاب ہو کر حسب معمول اپنی اہم ترین دینی خدمات پر حاضر ہوگئے۔ گزشتہ چند ماہ سے آپ کی صحت زیادہ خراب رہنے لگی۔ ۴؍دسمبر کو فضل عمر ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ آپ کا دل بیحد کمزور ہو چکا تھا اور سانس کی بھی تکلیف تھی۔ چنانچہ دس دسمبر کو صبح دس بج کر پچاس منٹ پر آپ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اللھم اغفر لہ وارفع درجاتہ۔

مختصر سوانحی خاکہ

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ۱۳؍مارچ ۱۹۱۱ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت بوزینب صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے صاحبزادے تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے دوسرے پوتے تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔

حضرت مرزا منصور احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ بعد ازاں آپ لاہور میں کالج میں زیر تعلیم رہے۔

بچپن سے ہی آپ کو شکار کا بہت شوق تھا۔ اس کے علاوہ آپ اچھے اتھلیٹ اور فٹ بال اور والی بال کے کھلاڑی تھے اور باکسنگ بھی کھیلتے رہے۔ قادیان سپورٹس یونین کلب کا قیام عمل میں آیا تو حضرت میاں منصور احمد صاحب اس کے صدر تھے۔

۲؍جولائی ۱۹۳۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صاحبزادی محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ مدظلہا سے ہوا۔ اگلے ماہ ۲۶؍اگست ۱۹۳۴ء کو تقریب شادی عمل میں آئی۔

آپ کو مختلف حیثیتوں سے اہم جماعتی خدمات کی سعادت حاصل ہوئی۔ خدام الاحمدیہ میں آپ کی خدمات کا آغاز ۴۱-۱۹۴۰ء سے ہوا جب آپ کو نائب صدر بنایا گیا۔ اس کے ساتھ مہتمم صحت جسمانی کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد رہی۔ دو سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۴۳-۱۹۴۲ء میں نائب صدارت کے ساتھ آپ کو مہتمم عمومی کا عہدہ بھی دیا گیا۔ یہ عہدہ بھی دو سال آپ کے سپرد رہا۔ اس طرح سے آپ چار سال تک مجلس خدام الاحمدیہ کے نائب صدر رہے۔ اس کے بعد ایک سال ۴۵-۱۹۴۴ء میں آپ کے سپرد مہتمم صحت جسمانی کی ذمہ داری رہی۔

مجلس انصار اللہ مرکزیہ میں ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۷ء میں قائد تربیت کے طور پر اور ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۹ء تک قائد صحت جسمانی و ذہانت کے عہدوں پر خدمات بجالانے کی سعادت ملی۔ اس طرح آپ ۱۳ سال تک انصار اللہ مرکزیہ کے قائد رہے۔

امیر مقامی کے عہدہ جلیلہ پر آپ کی تاریخ ساز خدمات کا ایک پہلو تو وہ تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لندن جانے سے شروع ہوا لیکن اس سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے وقت سے جب بھی حضور ربوہ سے باہر جاتے تو امیر مقامی کی ذمہ داری اول طور پر آپ ہی کے سپرد ہوتی۔ اگر آپ بھی ربوہ سے باہر ہوتے تو پھر کسی اور بزرگ کا تقرر ہوتا۔ سب سے پہلے آپ امیر مقامی تین سے چھ جون ۱۹۶۷ء کو بنے تھے۔ اس وقت ابھی آپ ناظر اعلیٰ نہ تھے۔ ناظر اعلیٰ بننے سے پہلے نو(۹) مرتبہ آپ امیر مقامی بنے۔ ۱۹۷۱ء میں آپ کے ناظر اعلیٰ بننے کے بعد تو گویا یہ سلسلہ مستقل ہوگیا۔ مجموعی طور پر ۴۵ بار آپ کو امیر مقامی بنایا گیا جس کا مجموعی عرصہ ایک سال تین ماہ بنتا ہے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے لندن تشریف لے جانے کے بعد تو آپ مستقل امیر مقامی ہوگئے۔

۱۶؍جون ۱۹۶۲ء کو آپ کی پہلی تقرری بطور نائب ناظر امور عامہ ہوئی۔ ۸۔جولائی ۱۹۶۲ء کو آپ کو قائم مقام ناظر امور خارجہ بھی بنا دیا گیا۔ قائم مقام کی یہ تقرری اس سال کے آخر تک جاری رہی۔ یکم مئی ۱۹۶۳ء سے آپ کو ناظر امور عامہ کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ اور ۱۹۶۹ء میں آپ کے سپرد ناظر امور خارجہ کا عہدہ بھی ہوگیا۔

یکم مئی ۱۹۷۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کی غیر معمولی صلاحیتیں دیکھ کر آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز فرمایا اور ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی دینی خدمات کا ایک غیر معمولی اور تاریخ ساز دور شروع ہوا۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عہدے پر اپنی وفات تک فائز رہے۔ یہ عہدہ آپ کے پاس ساڑھے ۲۶ سال رہا۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ناظر اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہنے کا یہ سب سے بڑا عرصہ ہے۔ اس دوران ناظر زراعت اور ۱۹۸۳ء میں آپ کے سپرد ناظر ضیافت کا کام بھی رہا۔ ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا محمد دین صاحبؓ کی وفات کے بعد ایک اور وقیع عہدہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے آپ کے سپرد فرمایا یعنی صدر، صدر انجمن احمدیہ کا عہدہ۔ تاوفات آپ اس عہدے پر بھی فائز رہے۔ اس طرح صدر، صدر انجمن احمدیہ

کا عہدہ ۱۴ سال آپ کے سپرد رہا۔

۱۹۸۴ء میں جب خدائی تقدیر کے تحت حضور ایدہ اللہ کو پاکستان سے ہجرت کرنا پڑی تو پاکستان کے پر آشوب دور میں ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ امیر مقامی ربوہ کی گراں قدر ذمہ داری بھی آپ ہی کے سپرد ہوئی۔ اور اس کے بعد سوائے اس کے کہ کبھی ایک دو دن کے لئے ربوہ سے باہر گئے یا جلسہ سالانہ لندن تشریف لے جاتے رہے تیرہ سال کے طویل عرصہ میں امیر مقامی ہونے کا اعزاز آپ ہی کے سپرد رہا۔ اس طرح سے آپ کو جماعت احمدیہ کی تاریخ میں طویل ترین عرصہ کے لئے امیر مقامی ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

حضور ایدہ اللہ کی ہجرت کے بعد آپ کی کٹھن ذمہ داریوں میں جو ایک اہم اور تاریخی اضافہ ہوا وہ مجلس مشاورت کی صدارت کا اعزاز آپ کے سپرد ہونا ہے۔ ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۶ء تک صدر مجلس مشاورت کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ ایک سال ۱۹۹۲ء میں جب آپ کی طبیعت ناساز تھی آپ کی بجائے حضرت مرزا عبدالحق صاحب اور ۱۹۹۷ء میں بھی آپ کی خرابی صحت کی وجہ سے محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کو یہ اعزاز عطا ہوا۔ اس طویل عرصہ کے لئے مجلس مشاورت کی صدارت کا اعزاز بھی آپ کا ایک غیر معمولی اور منفرد اعزاز ہے جو آپ کو حاصل ہوتا رہا۔

آپ منصب خلافت کا گہرا عرفان رکھنے والے، خلیفہ وقت کے عاشق اور فدائی، نہایت نڈر اور بہادر اور بہت صائب الرائے وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی انتظامی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور گہری فراست بخشی تھی۔ آپ کے پسماندگان میں آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ مدظلہا کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں (سلمھم اللہ) جن کے اسماء یہ ہیں:

☆...... محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ بیگم محترم میر مسعود احمد صاحب۔

☆...... محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب

☆...... محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ (صدر لجنہ پاکستان)، بیگم محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

☆...... محترم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب

☆...... محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب

(حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اب مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کو ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی مقرر فرمایا ہے)

آپ کی نماز جنازہ ۱۲ر دسمبر کو بعد نماز جمعہ و عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے پڑھائی۔ جس میں قریباً ۲۵ ہزار افراد شامل ہوئے۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد پہلے سے کئے گئے اعلان کے مطابق خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے افراد، ناظران، وکلاء، نائب ناظران، نائب وکلاء، افسران صیغہ جات، اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان، اراکین مرکزی مجلس عاملہ انصار اللہ، بزرگان سلسلہ و دیگر متعلقین جنازہ کے قریب پہنچ گئے اور جنازہ کو کندھوں پر اٹھا کر مسجد اقصیٰ سے آہستہ آہستہ روانہ ہوئے اور باقی احباب جماعت نے ہزاروں کی تعداد میں اس کی مشایعت کی۔ جنازہ حضرت اماں جان کی یادگار سے ہوتے ہوئے جب بہشتی مقبرہ کے قریب پہنچا تو وہاں بھی بہت سے احباب پہلے ہی جمع ہو چکے تھے۔ بہشتی مقبرہ کے احاطہ خاص میں تدفین کے مراحل کے دوران ہزاروں کی تعداد میں احباب بہشتی مقبرہ کے اندر موجود تھے۔ تدفین مکمل ہونے پر حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔

لندن میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ (فرمودہ ۱۲ر دسمبر) میں آپ کے اوصاف حمیدہ کا مختصر تذکرہ فرمایا اور آپ کی بلندی درجات کے لئے دعا کرتے ہوئے تمام احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کو بھی دعا کی تحریک فرمائی۔ حضور ایدہ اللہ نے حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ الہامات دراصل حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ذات پر اطلاق پاتے ہیں جن میں آپ کو خلاف توقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے لمبی عمر عطا کئے جانے اور خلاف توقع امارت کے منصب پر فائز ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آپ پاک روح تھے اور بہت دلیر انسان اور خلافت کے حق میں ایک سونتی ہوئی تلوار تھے۔ اس مرتبہ جب آپ لندن تشریف لائے تو بہت خوش تھے اور کہتے تھے کہ میں خوش کیوں نہ ہوں میرا خلیفہ مجھ سے راضی ہے۔ ساری زندگی انہوں نے سادہ گزاری۔ بالکل بے لوث انسان۔ ذرا بھی کوئی انانیت ان کے اندر نہیں تھی۔ ہر چیز میں قناعت پائی جاتی تھی۔ ساری دنیا کے احمدی آپ کے لئے دعاؤں میں معروف ہیں اور رخصت کا یہ بہت ہی پیارا انداز ہے کہ انسان ساری دنیا کی دعاؤں کو سمیٹے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔

ادارہ احمدیہ گزٹ امریکہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات کے اس موقع پر اپنی طرف سے اور تمام قارئین احمدیہ گزٹ کی طرف سے سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ اور حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ اور تمام بچگان و جملہ افراد خاندان سے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دلی تعزیت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جانے والی روح پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

تمام دنیا میں بعینہ ایک ہی تاریخ کو رمضان نہ شروع ہوتا ہے اور نہ ہوسکتا ہے

خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ نظام کے قوانین کو سمجھ کر اور ان پر ایک اصول کے مطابق تمام دنیا میں یکساں عمل کرکے اللہ کے احکام کے تابع وحدت قائم ہوسکتی ہے، اس سے ہٹ کر نہیں

(خلاصہ خطبہ ۱۹ جنوری ۱۹۹۶ء)

لندن (۱۹ جنوری) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے سورۃ البقرہ کی آیات ۱۸۶ اور ۱۸۷ کی تلاوت کرنے کے بعد ان کے مضامین کی وضاحت فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ ان آیات میں رمضان مبارک کا ذکر ہے اور اس کے مختلف فوائد اس رنگ میں بیان فرمائے گئے ہیں کہ پڑھنے والا بےساختہ رمضان مبارک کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے "انزل فیہ القرآن" کے مختلف معانی کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ تمام معانی درست ہیں۔ اس مہینے میں قرآن کے نزول کا آغاز ہوا، اور چونکہ ہر سال رمضان کے مہینہ میں اس وقت تک نازل شدہ قرآن کریم حضرت جبریلؑ، رسول اللہ کے ساتھ مل کر دہرایا کرتے تھے اور آخری رمضان میں دو دفعہ قرآن دہرایا گیا۔ اس لئے یہ کہنا بھی درست ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ رمضان کے بارہ میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ تمام تر شریعت، احکامات اور نواہی پر جس کثرت کے ساتھ اور جس تکمیل کے ساتھ رمضان میں عمل کیا جاتا ہے اور کروایا جاتا ہے اس پہلو سے کوئی اور مہینہ ایسا نہیں کہلاسکتا کہ گویا قرآن کریم اس کے بارہ میں نازل ہوا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے "فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ" کی وضاحت میں فرمایا کہ یہاں بتایا گیا ہے کہ جو بھی رمضان کو طلوع ہوتا ہوا دیکھے وہ اس کے روزے رکھے اور رمضان کا مہینہ اکٹھا طلوع نہیں ہوتا۔ حضور نے فرمایا کہ رمضان بعینہ ایک ہی تاریخ کو ہر جگہ نہ شروع ہوتا ہے، نہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جب ایک جگہ چاند طلوع ہوگا دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف وقت ہوگا۔ بعض جگہ اندھیرا ہوگا۔ بعض جگہ صبح ہوگی، کہیں دوپہر ہوگی، کہیں عصر کی نماز پڑھی جارہی ہوگی تو کیسے ممکن ہے کہ خدا نے جو نظام پیدا فرمایا ہے اس کے برعکس احکام جاری فرمائے۔ اس لئے "من شھد" کا مفہوم یہاں بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ ہرگز خدا کا یہ منشاء نہیں کہ تمام دنیا میں اکٹھے روزے رکھیں، اکٹھے ختم کریں اور ایک ہی دن عید منائی جائے کیونکہ افق بدل جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس جگہ "من" میں ایک فرد واحد مراد نہیں بلکہ وہ قوم ہے جس کا افق ایک ہو۔ اگر افق ایک ہو تو چند آدمی بھی چاند دیکھنے کی شہادت دیدیں تو وہ تمام لوگ اس کے مطابق رمضان کا آغاز کریں گے۔

حضور ایدہ اللہ نے اس سوال کا بھی تفصیلی جواب خطبہ میں وضاحت سے دیا کہ کیا مشینی ذرائع سے چاند کا علم پانا "من شھد منکم" کے تابع ہوگا یا نہیں ہوگا؟ حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ اگر سائنسی لحاظ سے چاند کی پیدائش یعنی طلوع پر ایک معین وقت گزرچکا ہو اور یا اس کا زاویہ زمین کے افق سے اتنا اونچا ہوچکا ہو جہاں سے اسے دیکھا جاسکتا ہے تو پھر اسے ننگی آنکھ سے دیکھنا ممکن ہوتا ہے اور سائنسی لحاظ سے یہ معلومات معین طور پر مل سکتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دور ایسا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ قوانین کو خدا نے خود ہی بندوں کے لئے مسخر فرما رکھا ہے اور نئی نئی باتیں جو ہمارے علم میں آرہی ہیں انکو خدمت دین میں استعمال کرنا چاہیئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

اسلام نے روزہ کا حکم دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:
"یا ایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم"
(سورہ بقرہ)

یعنی اے مسلمانو تم پر روزے رکھنے فرض کئے گئے ہیں اور یہ کہ تم ایک مہینہ متواتر اکٹھے روزے رکھو۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ حکم بے فائدہ نہیں۔ صرف اس لئے نہیں ہے کہ تم سارا دن بھوکے پیاسے رہو اور تکلیف اٹھاؤ بلکہ یہ حکم اپنے اندر بہت سی حکمتوں کو لئے ہوئے ہے۔ جو قوم کے لئے بہت سے مفید پہلو اپنے اندر رکھتی ہیں۔ چنانچہ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "لعلکم تتقون" کہ ان روزوں کے نتیجہ میں تمہیں تقویٰ حاصل ہو جائے گا۔ تتقون کا لفظ قرآن کریم میں تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) دکھوں سے بچنے کے معنے میں (۲) گناہ سے بچنے کے معنے میں اور (۳) روحانیت کے اعلیٰ مدارج کے حاصل کرنے کے متعلق۔ پس اس لفظ کے ذریعہ روزہ کی تین حکمتیں بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیں۔

پہلی حکمت یہ ہے کہ انسان روزہ کے ذریعہ سے دکھوں سے بچ جاتا ہے۔ بظاہر عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ روزہ سے تو انسان اور بھی تکلیف اٹھاتا ہے کیونکہ سارا دن اس کی وجہ سے بھوکا پیاسا رہنا پڑتا ہے مگر جب غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ روزہ درحقیقت انسان کو دو سبق سکھاتا ہے۔ اول سبق یہ کہ مالدار لوگ جو سارا سال عمدہ غذائیں کھاتے رہتے ہیں اور ان کو فاقہ کی تکلیف کا علم نہیں ہوتا۔ ان کو بھی معلوم ہو کہ فاقہ کیا ہوتا ہے اور وہ لوگ جو فاقوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کو کیا تکلیف ہوتی ہے۔ گویا روزہ کے ذریعہ سے اپنے غریب بھائیوں کی حالت کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور ان کی ہمدردی کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ قوم کی ترقی اور حفاظت ہوتا ہے۔ اور قوم کی حفاظت درحقیقت فرد کی حفاظت ہی ہوتی ہے۔

دوسرا سبق یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے سست اور غافل نہ ہو جائیں بلکہ ان کے اندر مشقت برداشت کرنے کی عادت قائم رہے۔ چنانچہ روزوں کے ذریعہ ہر سال مسلمانوں کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔ گویا اسلام کے اس حکم پر چلنے والے کبھی عیاشی اور غفلت میں مبتلا ہو کر ہلاک نہیں ہو سکتے۔

دوسرا امر کہ روزوں سے انسان گناہ سے بچتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ گناہ درحقیقت مادی لذات کی طرف جھکنے کا نام ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی کام کا عادی ہو جائے تو وہ اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔ مگر جب اس میں یہ طاقت ہو کہ اپنی مرضی پر اس کو چھوڑ بھی دے تو پھر وہ خواہش غلبہ نہیں پاتی۔ پس جب کوئی شخص روزوں میں ان تمام لذتوں کو جو اس کو بعض اوقات گناہ کی طرف کھینچتی ہیں خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور ایک مہینہ تک برابر اپنے نفس پر قابو پانے کی عادت ڈالتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان لالچوں کا مقابلہ آسانی سے کر سکتا ہے۔ جو اسے گناہ کی طرف کھینچتے ہیں۔

پھر تقویٰ کے قیام میں روزوں سے اس طرح مدد ملتی ہے کہ ان دنوں میں چونکہ روزوں کے ساتھ تہجد کا بھی التزام کرنا پڑتا ہے اس لئے دعاؤں اور عبادت کا زیادہ موقع مل جاتا ہے۔ نیز جب بندہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آرام کو چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کی روح کو طاقت بخشتا ہے۔

پھر روزہ کی ایک اور حکمت اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ "ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھداکم و لعلکم تشکرون" (بقرہ) ۔ کہ تم پر روزہ اس لئے فرض کیا گیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار کرو۔ اس وجہ سے کہ اس نے تم کو سچا راستہ دکھایا ہے اور تاکہ تم میں شکر کرنے کا مادہ پیدا ہو۔ یعنی ایک فائدہ تو یہ ہے کہ سارا دن کھانے پینے کے مشاغل سے فارغ رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا زیادہ سے زیادہ موقعہ مل سکے گا۔ دوسرے بھوک کی تکلیف محسوس کر کے تمہارے اندر شکر گذاری کا مادہ پیدا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سال بھر بھوکا رہنے کی تکلیف سے بچائے رکھا ہے۔

(تفسیر کبیر از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، جلد ۱۰ [مطبوعہ لندن] صـ ۴۲۷، ۴۲۸)

ساری ہمت اور قوت تبدیل اخلاق میں صرف کرو

ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ شہ زور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہٹا سکے۔ نہیں نہیں، اصلی بہادر وہی ہے جو تبدیل اخلاق پر مقدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیل اخلاق میں صرف کرو۔ کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

رمضان کی برکات

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

(۱) یاد رکھنا چاہئے کہ رمضان ایک بڑا ہی مبارک مہینہ ہے جو انسان کے دل میں ایک طرف محبت الٰہی کی تپش اور دوسری طرف مخلوق خدا کی ہمدردی اور شفقت پیدا کرنے کی خاص الخاص صلاحیت رکھتا ہے۔

(۲) اس مبارک مہینہ میں تمام وہ صفات اور تاثیرات بصورت اتم ہیں جو ہمارے دین اور مذہب میں عبادت کی جان ہیں یعنی نماز اور روزہ اور دعا اور ذکر الٰہی اور تلاوت کلام پاک اور صدقہ و خیرات۔ اور اس مہینہ کے آخر میں ایک مخصوص عشرہ انقطاع من الدنیا اور انقطاع الی اللہ کا مقرر کرکے اور پھر اس عشرہ میں ایک مخصوص رات کو دعاؤں اور ذکر الٰہی کے لئے کلیۃً وقف کرکے رمضان کی عبادتوں میں گویا ایک گونہ معراج کی سی کیفیت پیدا کی گئی ہے۔

(۳) پس دوستوں کو چاہئے کہ رمضان کی ان ساری برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور حتی الوسع شرعی عذر (یعنی بیماری اور سفر) کے بغیر روزہ ہرگز ترک نہ کریں اور شرعی عذر کی صورت میں اپنی حیثیت کے مطابق مسنون طریق پر فدیہ دیں۔

(۴) اس مہینہ میں مقررہ پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کا بھی خاص التزام کیا جائے اور جن دوستوں کو توفیق ملے وہ نماز ضحیٰ بھی پڑھنے کی کوشش کریں جو دن کے لمبے ناغہ میں ذکر الٰہی کا موقعہ پانے اور خوابیدہ روح کو بیدار کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے اور جس کا وقت نو ساڑھے نو بجے صبح کے قریب سمجھنا چاہئے۔ تراویح کی نماز جو عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے وہ تہجد کی نماز کا ہی ایک ادنیٰ قسم کا بدل ہے مگر کمزور اور بیمار لوگوں کے لئے بھی غنیمت ہے اور جن دوستوں کو دونوں کی توفیق مل سکے وہ دونوں سے فائدہ اٹھائیں۔

(۵) اس مہینہ میں قرآن مجید کی تلاوت کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کے دو دور مکمل کئے جائیں ورنہ کم از کم ایک تو ضرور ہو اور ہر رحمت کی آیت پر خدائی رحمت طلب کی جائے اور ہر عذاب کی آیت پر استغفار کیا جائے۔

(۶) اس مہینہ میں دعاؤں اور ذکر الٰہی پر بھی بہت زور ہونا چاہئے اور دعا کے وقت دل میں یہ کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کہ ہم گویا خدا کے سامنے بیٹھے ہیں یعنی خدا ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ دعاؤں میں اسلام اور احمدیت کی ترقی اور حضرت خلیفۃ المسیح ..... ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت اور درازیٔ عمر اور سلسلہ کے مبلغوں اور کارکنوں اور قادیان کے درویشوں اور ان کے مقاصد کی کامیابی کو مقدم کیا جائے۔ عمومی دعاؤں میں "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار" بڑی عجیب و غریب دعا ہے اور نفس کی تطہیر کے لئے "لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" غیر معمولی تاثیر رکھتی ہے اور استعانت باللہ کے لئے "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث" کامیاب دعاؤں میں سے ہے اور سورہ فاتحہ تو دعاؤں کی سرتاج ہے۔

(۷) برکات کے حصول کے لئے کثرت کے ساتھ درود پڑھنا اول درجہ کی تاثیر رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں کہ ایک رات میں نے اس کثرت سے درود پڑھا کہ میرا دل و سینہ معطر ہوگیا۔ اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے نور کی مشکیں بھر بھر کر میرے مکان کے اندر لئے آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ نور اس درود کا ثمرہ ہے جو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا ہے۔

(۸) روزہ کے دوران خصوصیت سے ہر قسم کی لغو حرکت اور بے ہودہ کلام اور جھوٹ اور دھوکا اور بددیانتی اور ظلم و ستم اور ایذا رسانی اور استہزاء اور گالی گلوچ سے اس طرح اجتناب کیا جائے کہ گویا انسان ان باتوں کو جانتا ہی نہیں تاکہ رمضان کا یہ روحانی سبق دوسرے ایام کے لئے بھی ایک شمع ہدایت بن جائے۔

(۹) رمضان کی ایک خاص عبادت جو حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہے صدقہ و خیرات ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اس طرح صدقہ و خیرات کرتے تھے گویا کہ آپ کا ہاتھ ایک تیز آندھی ہے جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی اور رمضان کے آخر میں صدقۃ الفطر تو بہرحال ہر غریب و امیر خورد و کلاں اور مرد و زن پر فرض ہے۔

(۱۰) رمضان کا آخری عشرہ اپنی برکات اور قبولیت دعا کے لئے خصوصی تاثیر رکھتا ہے اس لئے اس عشرہ میں نوافل اور ذکر الٰہی اور دعا اور تلاوت قرآن مجید اور درود پر بہت زور دینا چاہئے اور جن دوستوں کو توفیق ملے اور ان کے ضروری فرائض منصبی میں حرج نہ لازم آتا ہو وہ آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھ کر بھی اس کی مخصوص روحانی برکات سے فائدہ اٹھائیں۔ ورنہ کم از کم اس عشرہ کی راتوں اور خصوصاً طاق راتوں میں خصوصیت کے ساتھ نوافل اور ذکر الٰہی اور دعاؤں پر زور دیں تاکہ اگر خدا چاہے تو وہ مبارک رات یسر آ جائے جو عمر بھر کی راتوں سے زیادہ بابرکت شمار کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس رمضان کی برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق دے تاکہ جب رمضان گذر جائے تو خدا کے فرشتے ہمیں ایک بدلی ہوئی مخلوق پائیں اور ہمارے لئے دین و دنیا میں غیر معمولی ترقی کے راستے کھل جائیں۔

آمین یا ارحم الراحمین (روزنامہ الفضل ربوہ ۹ مارچ ۱۹۶۰ء)

رمضان المبارک کے دس خاص مسائل

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

ذیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ بیش قیمت مضمون ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے جو آپ نے رمضان کے مسائل کے متعلق اپریل ۱۹۵۷ء میں رقم فرمایا تھا۔ [ادارہ]

(۱) رمضان مبارک وہ مبارک مہینہ ہے جس میں خدائے قدوس کی آخری شریعت کے نزول کا آغاز ہوا اور کلام الٰہی اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اس مہینہ کو روزہ کی خاص عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء ہوں۔ اس مہینہ میں ہر اس عاقل بالغ مرد و زن پر روزہ واجب ہے، جو بیماری کی حالت میں نہ ہو۔ مگر ڈیوٹی کے لحاظ سے دائمی سفر میں رہنے والوں کو روزہ رکھنا چاہئے کیونکہ ان کا سفر ایک گونہ قیام کا رنگ رکھتا ہے۔

(۲) بیمار یا مسافر کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ بیماری یا سفر کی حالت گزرنے کے بعد چھوڑے ہوئے روزے رکھ کر اپنے روزوں کی گنتی پوری کرے تا کہ اس کی عبادت کے ایام میں فرق نہ آئے۔ اور ثواب میں کمی واقع نہ ہو۔ اس غرض کے لئے حائضہ عورت بھی بیمار کے حکم میں ہے مگر بیماری اور سفر میں روزہ ملتوی کرنے کے باوجود رمضان کی دوسری برکات سے حتی الوسع متمتع ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۳) جو شخص بڑھاپے یا دائم المرض ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے معذور ہو اور بعد میں گنتی پوری کرنے کی امید بھی نہ رکھتا ہو (بہانہ کے طور پر نہیں بلکہ حقیقۃً) اس کے لئے یہ حکم ہے کہ روزہ کے بدل کے طور پر اپنی حیثیت کے مطابق اپنے مہینہ بھر کے کھانے کے اندازہ سے فدیہ ادا کرے۔ یہ فدیہ کسی مقامی غریب اور مسکین کو نقدی یا طعام ہر دو صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے اور اس غرض کے ماتحت مرکز میں بھی بھجوایا جا سکتا ہے۔ حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت بھی اسی حکم کے ماتحت آتی ہے، یعنی وہ روزہ رکھنے کی بجائے فدیہ ادا کر سکتی ہے۔

(۴) روزہ طلوع فجر یعنی پو پھوٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک رکھا جاتا ہے اور اس میں کھانے پینے یا بیوی کے ساتھ مباشرت کرنے سے پرہیز کرنا لازم ہے مگر بھول چوک کر کوئی چیز کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ سحری کھانے میں دیر کرنا اور افطاری میں جلدی کرنا سنت نبویؐ ہے۔ تا خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اپنی خواہش کی آمیزش نہ ہونے پائے۔

(۵) روزہ رکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ اپنا وقت خصوصیت سے نیکی اور تقویٰ طہارت اور صداقت قول اور صداقت عمل میں گزارے اور ہر قسم کی بدی اور بیہودگی سے کلی اجتناب کرے۔ مگر اس نیت سے نہیں کہ رمضان کی قید کے ایام کے بعد پھر سستی اور بدی کی مادر پدر آزادی کی طرف لوٹ جائے گا بلکہ اس نیت سے کہ وہ اس ٹریننگ کے نتیجہ میں ہمیشہ نیک اور متقی رہنے کی کوشش کرے گا۔ اور خشیت اللہ کو اپنا شعار بنائے گا۔

(۶) روزوں کے ایام میں نمازوں کی پابندی اور تلاوت قرآن مجید اور دعاؤں اور ذکر الٰہی اور درود شریف میں شغف خاص طور پر ضروری ہے اور روزوں کی راتوں میں تہجد کی نماز کی بڑی تاکید آئی ہے۔ تہجد کی نماز مومنوں کو ان کے مخصوص انفرادی مقام محمود تک پہنچانے اور نفس کی خواہشات کو کچلنے اور دعاؤں کی قبولیت کا رستہ کھولنے اور انسان کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں بے حد مؤثر ہے (یہ سب قرآنی اشارات ہیں)۔ دن کے اوقات میں ضحیٰ یعنی اشراق کی نماز بھی بڑے ثواب کا موجب ہے۔ تہجد کا بہترین وقت نصف شب اور فجر کی نماز کے درمیان کا وقت ہے۔

(۷) رمضان کے مہینہ میں صدقہ و خیرات اور غریبوں اور مساکین اور یتامیٰ اور بیوگان کی امداد حسب توفیق زیادہ سے زیادہ کرنی چاہئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں ہمارے آقا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ غریبوں کی امداد میں ایسی تیز آندھی کی طرح چلتا تھا جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی۔ رمضان کا یہ صدقہ و خیرات فدیہ رمضان اور صدقۃ الفطر کے علاوہ ہے۔

(۸) جن لوگوں کو توفیق ہو اور فرصت مل سکے اور حالات موافق ہوں ان کے لئے رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد کے اندر اعتکاف بیٹھنا موجب ثواب ہے۔ یہ ایک قسم کی وقتی اور محدود رہبانیت ہے جس کے ذریعہ انسان دنیا سے کلی طور پر نہ کٹنے کے باوجود انقطاع الی اللہ کا ثواب حاصل کرتا ہے۔ اعتکاف میں دن رات مسجد میں بیٹھ کر عبادت اور ذکر الٰہی اور دعاؤں اور تلاوت قرآن مجید اور دینی مذاکرات میں وقت گزارنا چاہئے اور نیند کو کم سے کم حد میں محدود رکھنا چاہئے۔ رفع حاجت یعنی پیشاب پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جانے کی اجازت ہے اور رستہ میں کسی مریض کی مختصر سی عیادت کرنے میں بھی حرج نہیں۔

(۹) رمضان کے آخری عشرہ میں اور خصوصاً اس کی طاق راتوں میں ایک رات ایسی آتی ہے جو خدا تعالیٰ کی خاص الخاص برکتوں سے معمور ہوتی ہے۔ اسے لیلۃ القدر یعنی بزرگی والی رات کہتے ہیں۔ اس میں دعائیں بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور رحمت کے فرشتے مومنوں کے قریب تر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ آخری عشرہ کی راتوں میں زیادہ دعائیں کی جائیں اور نوافل پر زیادہ زور دیا جائے۔ اور رات کی مردہ تاریکی کو روحانی زندگی کے نور سے بدل دیا جائے۔ لیلۃ القدر گویا خدا کی طرف سے مومنوں کے لئے اختتام رمضان کا ایک مبارک ہدیہ ہے۔

(۱۰) عید الفطر سے قبل غرباء کی امداد کے لئے صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری ہے۔ اس کی مقدار ایک صاع گندم یا نصف صاع گندم کے حساب سے مقرر ہے۔ جو گھر کے ہر مرد عورت اور ہر لڑکے لڑکی بلکہ بے تنخواہ کام کرنے والے نوکروں کی طرف سے بھی ادا کرنی لازم ہے۔ یہ رقم گندم کی رائج الوقت قیمت کا اندازہ ہونے پر مقامی محصلوں کو ادا کرنی چاہئے تا کہ مناسب انتظام کے ساتھ اچھے وقت پر غرباء میں تقسیم ہو سکے۔

وتلک عشرۃ کاملۃ۔

نوٹ: رمضان اور عید الفطر کے بعد شوال کی دوسری تاریخ سے لے کر سات تاریخ تک چھ نفلی روزے رکھنا مسنون ہے اور موجب ثواب۔ جس طرح نماز کے بعد کی سنتیں ہوتی ہیں یہ گویا روزوں کے بعد کی سنتیں ہیں۔

مہینوں کا سردار ___ رمضان المبارک

روزوں کی فضیلت و برکات

(سید مبشر احمد ایاز)

عظمت والا مہینہ

حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ماہ شعبان کے آخری روز خطبہ ارشاد فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے لوگو کل تم پر ایک بڑا عظمت والا مہینہ چڑھنے والا ہے۔ وہ بابرکت مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزے فرض قرار دیئے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام (تہجد) کو خاص نفلی عبادت قرار دیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں نفلی نیکی بجالاتا ہے تاکہ اسے قرب الٰہی نصیب ہو اس نے گویا دوسرے مہینوں میں فرض ادا کر دیئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر جنت ہے۔ یہ باہمی ہمدردی کا ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے۔ جو شخص اس ماہ میں کسی روزہ دار کی افطاری کرواتا ہے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس کی گردن جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے اور اسے روزہ دار ہی کی طرح ثواب ملتا ہے۔ ہاں روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہر ایک شخص کو یہ توفیق کہاں کہ وہ روزہ دار کی افطاری کرا سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو دیتا ہے جو کسی روزہ دار کی افطاری دودھ کے گھونٹ سے یا کھجور سے یا پانی کے گھونٹ سے کرواتا ہے۔ ہاں جو روزہ دار کو پوری طرح سیر کرتا ہے اس کو تو اللہ تعالیٰ میرے حوض کوثر سے ایسا پلائے گا کہ اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جس کا پہلا حصہ رحمت، درمیانی مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ اس مہینہ میں جو شخص اپنے غلام یا خادم کے کام میں تخفیف کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بخشش عطا فرمائے گا اور جہنم سے آزادی بخشے گا۔ (بیہقی)

فضیلت رمضان

ماہ رمضان تنویر قلب کا ذریعہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ

جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ سو ان میں سے پہلی یہ ہے کہ جب شہر رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کی طرف بنظر (شفقت) دیکھتا ہے اور جس پر خدا کی نظر پڑ جائے اسے پھر کبھی عذاب نہیں دیتا اور دوسری یہ ہے کہ ان کی شام کے وقت روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے حضور کستوری کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اور تیسری یہ کہ فرشتے ان کے لئے دن رات استغفار کرتے ہیں اور چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کے لئے تیار ہو جا اور خوب بن سنور جا ممکن ہے جو دنیا سے تھک گیا وہ میرے گھر اور میرے پاس آنا چاہے اور پانچویں بات یہ کہ جب رمضان کی آخری رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو بخش دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد)

بے مثل نیکی

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا:۔

"روزہ رکھنے کو لازم پکڑ لو کیونکہ اس کا کوئی مثل اور بدل نہیں" (الترغیب والترھیب)

حضرت عثمانؓ بن مظعون کہتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے فرمایا:۔

روزہ کو لازم پکڑو یہ بہترین نفس کشی ہے۔ یعنی نفس امارہ کو مارنے اور اسے رضائے باری کے تابع کرنے کا نہایت موثر ذریعہ روزہ ہے۔ (الترغیب والترھیب)

روزہ کی جزا

ہر کام اپنے نتیجے اور انجام کے مطابق اہمیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی روزہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"تمہارا رب فرماتا ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے اور روزہ کی عبادت تو خاص میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزاء دوں گا یا میں خود اس کا بدلہ ہوں اور روزہ آگ سے بچانے کے لئے ڈھال ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے"۔

(ترمذی ابواب الصوم)

روزہ کے بدلہ کا اس روایت میں کیسا لطیف تصور پیش کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"اگر ایک بندہ ایک دن کا روزہ اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے رکھے پھر اسے زمین کے برابر سونا دیا جائے تو حساب کے دن اس کے ثواب کے برابر نہیں ہوگا"۔

(الترغیب والترھیب)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں:۔

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کے ذریعہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ فرمایا روزہ کو لازم پکڑو کیونکہ یہ وہ عمل ہے جس کا کوئی مثل اور بدل نہیں"۔

(الترغیب والترھیب)

کہتے ہیں پھر ابو امامہؓ کے گھر دن کو کبھی دھواں نہیں دیکھا گیا سوائے اس کے کہ ان کے ہاں کوئی مہمان آ جاتا۔

روزہ نہ رکھنے کا گناہ

اگر کوئی حقیقی عذر نہ ہو تو ایسی برکتوں اور فضلوں والے مہینے میں روزہ نہ رکھنا اور ان فیوض کو اپنے دامن نہ سمیٹنا کس قدر بدنصیبی ہے اس کا اندازہ حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شرعی رخصت اور بیماری کے بغیر ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کے بجائے ساری عمر بھی

روزے رکھے تو اس کی تلافی نہیں کر سکتا"۔

(ابو داؤد)

روزہ نہ رکھنے والوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا۔ مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔ جو شخص روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ بہانہ جو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسی کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور اپنے خیال میں یہ گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت میں نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہو جائے گا تو ایسا شخص جو تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے"۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 285 تا 260)

لامتناہی فائدے

رمضان کا مہینہ ہمارے لئے ایک درس اور پیغام لے کر آتا ہے جس کی طرف پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ ہماری توجہ مبذول کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جوں جوں رمضان آگے بڑھتا ہے بھیگنا شروع ہوتا ہے۔ جب اختتام اور عید کے قریب پہنچنے لگتا ہے تو آنسوؤں سے بھیگتا ہے۔ جتنا زیادہ آپ رمضان میں

القُرآن" سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے اس مہینے کو تنویر قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز سے تزکیہ نفس اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ "انزل فیہ القرآن" میں یہی اشارہ ہے۔ بے شک روزوں کا اجر عظیم ہے مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں"۔ (الحکم 10 دسمبر 1902)

پھر فرماتے ہیں:۔

"کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیہ نفس کے واسطے ضروری ہے۔ اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا..... بالکل ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الٰہی نازل کرنا ہے۔ مگر روزہ دار کو خیال رکھنا چاہیئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہیئے۔ آنحضرت ﷺ رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتل الی اللہ حاصل کرنا چاہیئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قوئی تیز ہوتے ہیں۔ خدا سے فتح یاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں"۔

(بدر 18 جنوری 1907ء)

روزوں کا فلسفہ

اہل لغت کہتے ہیں کہ اس ماہ کا نام رمضان اس لئے پڑ گیا کہ پہلی بار جب روزے فرض ہوئے تو یہ موسم گرما میں آیا تھا لیکن اس کا حقیقی مفہوم اس سے کہیں بلند تر ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا سُمِّيَ رَمَضَانَ لِأَنَّ الذُّنُوْبَ تُرْمَضُ فِيْهِ

کہ اس ماہ کا نام رمضان اس لئے رکھا گیا کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں۔

پھر رمضان کے معنے اس روحانی حرارت کے بھی ہیں جو روزوں کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح

موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 209)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"رمضان رمض سے نکلا ہے۔ جس کے معنے عربی میں جلن اور سوزش کے ہیں۔ خواہ وہ جلن دھوپ کی ہو خواہ بیماری کی۔ اس لئے رمضان کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا موسم جس میں سختی کے اوقات اور ایام ہوں"۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 396)

احادیث نبویہ سے فضائل رمضان

احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام "رمضان" بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی جس طرح باقی تمام صفات کے مظہر اتم بنے اسی طرح رمضان کی اپنے قول و عمل سے آپ نے جو تصویر پیش کی اس میں بھی آپ ﷺ کل انبیاء میں خاتم اور لاشریک ہیں۔

مہینوں کا سردار رمضان

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور حرمت میں سب سے بڑا اور عظیم ذوالحجہ ہے۔

(الترغیب والترھیب)

حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک کا ذکر فرمایا اور اسے تمام مہینوں سے افضل قرار دیا اور فرمایا جو شخص رمضان کے مہینہ میں حالت ایمان میں ثواب اور اخلاص سے عبادت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔ (نسائی کتاب الصوم)

روزہ دار کے حق میں 70 ہزار فرشتوں کی دعا

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے آسمان

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

اے لوگو! تم پر
بڑی عظمت والا مہینہ
سایہ کرنے والا ہے

(عبدالماجد طاہر)

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو ایک اہم اور بابرکت مہینہ قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کے نزول کا آغاز اس مبارک مہینہ میں ہوا۔ فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٦﴾

(البقرہ: ١٨٦)

یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے اور جو نہایت واضح اور کھلی کھلی راہنمائی کرنے والا ہے اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے۔

☆ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل غار حرا میں عبادت فرمایا کرتے تھے۔ اس ضمن میں ابن اسحاق روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کے مہینہ میں غار حرا میں عبادت کی غرض سے قیام فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک سال آپ اپنے دستور کے مطابق غار حرا میں عبادت کے لئے تشریف لے گئے تھے کہ حضرت جبرائیلؑ آپ ؐ کے پاس آئے اور پہلی وحی آپ پر نازل ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام، المجلد الاول، ابتداء نزول جبریل علیہ السلام)۔ اس طرح قرآن کریم کے نزول کا آغاز اس مبارک مہینہ میں ہوا اور دائمی مذہب اسلام کی بنیاد اس ماہ میں رکھی گئی۔

☆ اسلامی مہینوں کی ترتیب کے لحاظ سے رمضان سے قبل شعبان کا مہینہ آتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کی آخری رات یعنی رمضان المبارک کے آغاز سے ایک رات قبل ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو تم پر ایک بڑی عظمت اور شان والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے۔ ہاں ایک برکتوں والا مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو (ثواب و فضیلت کے لحاظ سے) ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے"۔

(مشکوٰۃ المصابیح، المجلد الاول، کتاب الصوم، الفصل الثالث)

آپ نے فرمایا "یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ ہمدردی و غم خواری کا مہینہ ہے"۔

پھر فرمایا، "یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے"۔

(مشکوٰۃ المصابیح، المجلد الاول کتاب الصوم، الفصل الثالث)

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر رمضان المبارک کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کی عظمت اور اہمیت دلوں میں بٹھائی ہے۔ اس میں سے آپ کے بعض ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ فرمایا:

"یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزول رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت کا وقت ہے اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے آزادی کا زمانہ ہے"۔

(مشکوٰۃ المصابیح المجلد الاول، کتاب الصوم الفصل الثالث)

فرمایا:

☆ "یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں"۔

(بخاری کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان)

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ:

☆ "اس مہینہ میں حالت ایمان میں ثواب اور اخلاص کی خاطر عبادت کرنے والا شخص اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا"۔

(نسائی کتاب الصوم، باب ثواب من قام رمضان و صامہ ایماناً واحتساباً)

☆ "یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دئے جاتے ہیں"۔

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقال رمضان او شھر رمضان)

☆ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ اس مہینہ میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقال رمضان او شھر رمضان)

☆ "یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے کہ اے بھلائی کے چاہنے والے آ اور آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے رک جا! اور اللہ کے لئے بہت سے لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں اور رمضان کی ہر رات کو ایسا ہوتا ہے"۔

(ابن ماجہ کتاب الصوم، باب ما جاء فی فضل شھر رمضان)

☆ یہ ایک ایسا مہینہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کا دروازہ قرار دیا۔ فرمایا۔ "ان لکل شئی باباً وباب العبادۃ الصیام"۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر۔ الجزء الاول، حدیث نمبر ٢٤١٥)

یعنی ہر چیز کے لئے ایک دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزے ہیں۔

☆ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں حضرت جبرئیلؑ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور مکمل کیا کرتے تھے اور آپ کی وفات سے قبل کے آخری رمضان میں حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کے ساتھ مل کر یہ دو مرتبہ مکمل کیا۔

☆ فرمایا: "یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں خیرات کیا جانے والا صدقہ سب سے افضل اور بہترین صدقہ ہے"۔

(سنن الترمذی، ابواب الزکاۃ باب ما جاء فی فضل الصدقۃ)

☆ فرمایا: "یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں جو شخص اپنے مزدور یا خادم سے اس کے کام کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور کم خدمت لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی بخش دے گا اور اسے آگ سے آزاد فرمائے گا"۔

(مشکوٰۃ المصابیح، المجلد الاول، کتاب الصوم، الفصل الثالث)

(بخاری کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم)

یعنی "جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے"۔

☆ اسی طرح ایک موقع پر فرمایا:

"روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ ہر قسم کی بیہودہ باتیں کرنے اور فحش بکنے سے رکنے کا مفہوم بھی اس میں شامل ہے۔ پس اے روزہ دار اگر کوئی شخص تجھے گالی دے یا غصہ دلائے تو تو اسے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں"۔

(بخاری کتاب الصوم، باب ھل یقول انی صائم اذا شتم)

☆ جو شخص روزہ دار ہونے کے باوجود گالی گلوچ کرتا ہے تو اس کا روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنا ہے جس سے اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

پس اگر کوئی شخص ان امور اور آداب کا لحاظ نہیں رکھ سکتا جو روزہ کے لئے ضروری ہیں تو اس کے محض بھوکے پیاسے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ روزہ بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک عبادت ہے جو مقررہ شرائط سے ادا ہوتی ہے۔ کئی بدقسمت ان آداب صوم کا لحاظ نہ رکھ کر اس عبادت کے اعلیٰ ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کئی روزہ دار ہیں جن کو ان کے روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والے ہیں مگر ان کو سوائے بیداری اور بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔

(ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ما جاء فی الغیبۃ والرفث للصائم)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"روزہ دار کو خیال رکھنا چاہئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہئے"۔

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء صہ ۲۰، ۲۱)

☆ پھر فرمایا "یہ مہینہ باقی سب مہینوں سے افضل ہے"۔

(سنن النسائی کتاب الصیام، ثواب من قام رمضان و صامہ ایماناً واحتساباً)

☆ یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کے سلامتی سے گزرنے کے ساتھ سارے سال کی سلامتی وابستہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اذا سلم رمضان سلمت السنۃ"۔

(الجامع الصغیر، الجزء الاول حدیث نمبر ۶۷۵)

کہ جب رمضان المبارک سلامتی سے گزر جائے تو سمجھو کہ سارا سال سلامت ہے۔

پس رمضان کے مقدس اور بابرکت مہینہ کی بہت حفاظت اور اہتمام کرنا چاہئے تاکہ جسمانی، روحانی اور اخلاقی ہر لحاظ سے سارا سال رمضان ہمارے لئے امن و سلامتی کا ذریعہ بنا رہے اور یہ ایک بابرکت مہینہ سارے سال کے شرور و معاصی کے ازالہ اور کفارہ کا موجب بن جائے۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ماہ رمضان کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"شہر رمضان انزل فیہ القرآن سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے"۔ (ملفوظات جلد چہارم صہ ۲۵۶)

☆ پس جو شخص رمضان کے روزے کے علاوہ اس کی دوسری عبادات اور برکات سے بھی محروم ہو رہا ہو اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بتائی ہوئی یہ دعا کرنی چاہئے۔ فرمایا:

"پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا"۔

(ملفوظات جلد چہارم صہ ۲۸۸)

روزہ کیا ہے؟

روزہ کے معنی اور تعریف

ماہ رمضان کی عظمت اور اس کی اہمیت کے ذکر کے بعد اب ہم بتاتے ہیں کہ روزہ کیا ہے اور اس کے معانی کیا ہیں۔

روزہ اسلامی عبادات کا دوسرا اہم رکن ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جس میں نفس کی تہذیب، اس کی اصلاح اور قوت برداشت کی تربیت مدنظر ہوتی ہے۔

صوم (روزہ) کے لغوی معنی رکنے اور کوئی کام نہ کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں طلوع فجر (صبح صادق) سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام صوم یا روزہ ہے۔

روزہ کی تکمیل کے لئے یہ تین بنیادی شرائط ہیں

لیکن خدا کی خاطر اور اس کی رضا کے حصول کے لئے کھانے پینے اور جنسی خواہش سے رکنے کا حکم ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کے لئے بطور علامت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجة فی ان یدع طعامہ و شرابہ"۔ (بخاری کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم)

یعنی "جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے ☆ اسی طرح ایک موقع پر فرمایا:

"روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ ہر قسم کی بیہودہ باتیں کرنے اور فحش بکنے سے رکنے کا مفہوم بھی اس میں شامل ہے۔ پس اے روزہ دار اگر کوئی شخص تجھے گالی دے یا غصہ دلائے تو تو اسے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں" (بخاری کتاب الصوم، باب ھل یقول انی صائم اذا شتم)

☆ جو شخص روزہ دار ہونے کے باوجود گالی گلوچ کرتا ہے تو اس کا روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنا ہے جس سے اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

پس اگر کوئی شخص ان امور اور آداب کا لحاظ نہیں رکھ سکتا جو روزہ کے لئے ضروری ہیں تو اس کے محض بھوکے پیاسے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ روزہ بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک عبادت ہے جو مقررہ شرائط سے ادا ہوتی ہے۔ کئی بدقسمت ان آداب صوم کا لحاظ نہ رکھ کر اس عبادت کے اعلیٰ ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کئی روزہ دار ہیں جن کو ان کے روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والے ہیں مگر ان کو سوائے بیداری اور بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔ (ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الغیبة والرفث للصائم)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"روزہ دار کو خیال رکھنا چاہئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہئے"۔

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء صہ ۲۰، ۲۱)

رمضان کا مہینہ مومن کے لئے سب سے زیادہ محفوظ مہینہ ہے

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء)

لندن (۲۶ جنوری) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے روزوں کی فضیلت کے مضمون کو قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں تفصیل سے بیان فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ رمضان کے فوائد اور برکتوں کا سب سے زیادہ علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تھا۔ اس حوالہ سے حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعض احادیث پیش فرمائیں اور بتایا کہ جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ روزے رکھتا ہے اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ حضور نے بتایا کہ تہجد کی نماز خصوصیت سے رمضان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس پہلو سے روزہ رکھنے والوں کے لئے تہجد میں داخل ہونے کا ایک راستہ کھل جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ بچوں کو بھی سحری کے لئے اٹھنے کی عادت ڈالیں اور جو روزہ نہیں رکھ سکتے وہ اس وقت نوافل ہی پڑھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے حدیث کے حوالے سے بتایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دئے جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رمضان کے مہینہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو کوئی برا کام کرے۔ بلکہ یہ خوش خبری ان مومنوں کے لئے ہے جو قرآن اور حضرت محمدؐ رسول اللہ کی اطاعت کے دائرے میں رہتے ہیں۔ رمضان ان کے لئے اتنی نیکیوں کا پیغام لاتا ہے اور اتنے تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے کہ ان کے لئے ممکن ہی نہیں رہتا کہ وہ کوئی ایسی حرکت کریں جو انہیں دوزخ کی طرف لے جائے۔ رمضان کا مہینہ مومن کے لئے سب سے زیادہ محفوظ مہینہ ہے کیونکہ ہمہ وقت اس کی توجہ اس طرف رہتی ہے کہ میں اس مہینہ میں نیکیاں کما کر گزاروں اور بدیاں جھاڑ کر گزاروں۔ حضور نے فرمایا کہ ہر انسان کا ایک شیطان ہے جو اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ مومن کا وہ شیطان رمضان میں جکڑا جاتا ہے۔ اس کو مستقل جکڑنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضور نے فرمایا کہ جہنم کا دروازہ ان لوگوں کے لئے کھل جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور قرآن کے دائرے سے باہر زندگی بسر کرتے ہیں۔

قیام رمضان

(عبدالماجد طاہر)

رمضان کی راتوں کو زندہ رکھنا یعنی کم سونا اور رات کو عبادت کے لئے جاگنا بہت بڑی برکتوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔ رات کا آخری حصہ بالخصوص قبولیت دعا اور تقرب الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کو عبادت کے لحاظ سے تمام مہینوں سے افضل قرار دیا اور فرمایا:

من قام رمضان ایماناً واحتساباً
خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ

(نسائی کتاب الصیام، باب ثواب من قام رمضان و صامہ ایماناً واحتسابا)

جو شخص رمضان کے مہینہ میں حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے رات کو اٹھ کر عبادت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہر رمضان ہمارے لئے ایک نئی پیدائش کی خوش خبری لے کر آتا ہے۔ اگر ہم ان شرطوں کے ساتھ رمضان میں سے گزر جائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں تو گویا ہر سال ایک نئی روحانی پیدائش ہوگی اور گزشتہ تمام گناہوں کے داغ دھل جائیں گے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء)

قام کے لفظی معنی کھڑے ہونے کے ہیں اور مراد اس سے قیام الیل ہے یعنی رمضان کے مہینہ کی راتوں میں نوافل اور نماز تہجد کی ادائیگی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک"

(بنی اسرائیل: ۸۰)

ترجمہ: اور رات کو بھی تو اس (قرآن) کے ذریعہ سے کچھ سو لینے کے بعد شب بیداری کیا کر، جو تجھ پر ایک زائد انعام ہے۔

عام حالات میں بھی نماز تہجد اور قیام الیل کا ثواب بہت بیان ہوا ہے لیکن ماہ رمضان میں روزہ کے ساتھ جب یہ عبادت ادا کی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ خود اس کی جزاء بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الصوم لی وانا اجزی بہ

(ترمذی ابواب الصوم، بخاری کتاب الصوم)

کہ روزہ کی عبادت تو خاص میرے لئے ہے اس لئے میں خود اس کی جزا بنوں گا۔

رات کی عبادت کا یہ وقت قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

"کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر رات کو ورلے آسمان پر آجاتا ہے اور فرماتا ہے میں بادشاہ ہوں۔ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اسی کی دعا کو قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں"۔

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ یوں اعلان فرماتا ہے۔ ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کی جائے اور ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دیا جائے۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب ترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر الیل والاجابۃ فیہ)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"رات میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی میں سے جو کچھ بھی مانگے اس کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات آتی ہے"۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب فی الیل ساعۃ مستجاب فیہا الدعاء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"سب سے عالی شان وہ دربار ہے جو محرم راز لوگوں کا دربار ہے جو آدھی رات کے وقت لگتا ہے اسے تہجد کا دربار کہا جاتا ہے جس میں وہ لوگ جو دنیا کی نظر سے الگ ہو کر چھپ کر خدا سے ملنا چاہتے ہیں وہ اٹھ کر خدا کے حضور حاضری دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مطلع فرمایا ہے کہ اس وقت کثرت سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے بندوں کا تعلق قائم کرنے کے لئے ایک خاص نظام جاری رہتا ہے۔ وہی نظام ہے جو لیلۃ القدر کی صورت میں ایک غیر معمولی شان کے ساتھ رمضان کے مہینے میں بھی دوبارہ لگتا ہے لیکن وہ عام نظام دربار خاص کا تو خاص بندوں کے لئے علیحدہ ملاقاتوں کے لئے لگایا جاتا ہے اس کی ایک اپنی شان ہے"۔

"اللہ کی عجیب شان ہے روزانہ علیحدہ ملاقات کا وقت دیا جاتا ہے اور آدھی رات کے بعد سے یہ دربار لگ جاتا ہے کہ جس کو توفیق ہے وہ حاضر ہو جائے۔ تو میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر رمضان کے دربار کو زندہ رکھنا ہے، اس کے فائدے جاری رکھنے ہیں تو ان درباروں میں حاضری دینا نہ چھوڑیں، پھر دیکھیں کہ انشاء اللہ کوئی رمضان بھی آپ سے برکتیں لے کر نہیں جائے گا بلکہ ابدی برکتیں آپ کی جھولی میں ڈالتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ اپریل ۱۹۹۰ء)

الغرض رات کی عبادت اور دعائیں خدا کے حضور بہت مقبول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

بھی عام حالات میں بہت زیادہ عبادت کرنے کا تھا۔
حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:
"آپ ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ ایک دفعہ میں نے آپ سے عرض کی اے اللہ کے رسول، کیا اللہ نے آپؐ کو معاف نہیں کر دیا۔ پھر آپ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ عائشہؓ! کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔
(بخاری کتاب التفسیر سورہ الفتح)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضورؐ ساری رات کھڑے ہو کر نماز میں یہ آیت پڑھتے رہے:
"ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم"
کہ اے اللہ! اگر تو ان لوگوں کو عذاب دے گا تو یقیناً یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو یقیناً تو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔

آنحضورؐ کی اس عبادت کی کیفیت کا بھی ذکر ملتا ہے کہ راتوں کو عبادت کرتے ہوئے آپؐ کا سینہ خدا کے حضور گریاں و بریاں ہوتا۔ دل ابل ابل جاتا اور سینہ میں یوں گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی جیسے ہنڈیا کے ابلنے سے گڑگڑ کی آواز آتی ہے۔
(شمائل ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آنحضورؐ رمضان المبارک میں رات کو کیسے عبادت فرماتے تھے۔ فرمایا حضورؐ رمضان میں اور رمضان کے علاوہ ایام میں بھی گیارہ رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ آپؐ چار رکعات ادا فرماتے۔ "ولا تسئل عن حسنهن و طولهن" اور تم ان رکعتوں کے حسن اور لمبائی کے متعلق نہ پوچھو (یعنی میرے پاس الفاظ نہیں کہ حضورؐ کی اس لمبی نماز کی خوبصورتی بیان کروں)۔ پھر اس کے بعد ایسی ہی لمبی اور خوبصورت چار رکعات اور ادا فرماتے اور پھر تین وتر آخر میں پڑھتے تھے۔
(یعنی کل گیارہ رکعات)۔
(بخاری کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:
"رمضان میں تو آپؐ کمر ہمت کس لیتے تھے اور پوری کوشش اور محنت فرماتے تھے"۔

ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:
"حضورؐ کو سوائے رمضان کے عام طور پر ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے نہیں دیکھا"۔
(نسائی کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب احیاء اللیل)

ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
"اللہ تعالیٰ نے رمضان کو تم پر فرض کیا ہے اور میں نے اس کی راتوں کی عبادت تمہارے لئے بطور سنت قائم کر دی ہے"۔ (نسائی)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے رمضان کی راتوں میں سحری کے وقت نوافل ادا کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے خواہ دو چار رکعت ہی کیوں نہ پڑھیں۔

عبادت کا یہ وقت بہت عظیم برکتوں کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان قرآن الفجر کان مشهوداً" (بنی اسرائیل:۷۹)
صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا یقیناً اللہ کے حضور میں ایک مقبول عمل ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کے لئے خاص طور پر تحریک و ترغیب دلایا کرتے تھے۔ بے شک آپ عزیمت کے طور پر اس کا حکم تو نہیں دیتے تھے تاہم تلقین و ترغیب ضرور فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"افضل الصلاۃ بعد الفریضة صلاۃ اللیل"
فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز صلاۃ اللیل (یعنی تہجد) ہے۔
(سنن نسائی کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب فضل صلاۃ اللیل)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتل الی اللہ حاصل کرنا چاہئے"۔
(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء صـ ۲۰،۲۱)

○○

بچوں کو سحری کے وقت اٹھا کر نوافل پڑھنے کی عادت ڈالی جائے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
"دوسری بات رمضان میں یہ ہے کہ بچوں کو سحری کے وقت اٹھا کر کھانے سے پہلے نوافل پڑھنے کی عادت ڈالی جائے۔ قادیان میں یہی دستور تھا جو بہت ہی ضروری اور مفید تھا جسے اب بہت سے گھروں میں ترک کر دیا گیا ہے۔ قادیان میں یہ بات رائج تھی کہ روزہ شروع ہونے سے پہلے بچوں کو عین اس وقت نہیں اٹھاتے تھے کہ صرف کھانے کا وقت رہ جائے بلکہ لازماً اتنی دیر پہلے اٹھاتے تھے کہ بچہ کم سے کم دو چار نوافل پڑھ لے۔ چنانچہ مائیں بچوں کو کھانا نہیں دیتی تھیں جب تک پہلے وہ نفل پڑھنے سے فارغ نہ ہو جائیں۔
سب سے پہلے اٹھ کر وضو کرواتی تھیں اور پھر ان کو نوافل پڑھاتی تھیں تاکہ ان کو پتہ لگے کہ روزہ کا اصل مقصد روحانیت حاصل کرنا ہے۔ اس امر کا اہتمام کیا جاتا تھا کہ بچے پہلے تہجد پڑھیں، قرآن کریم کی تلاوت کریں پھر کھانے پہ آئیں۔ اور اکثر اوقات الا ماشاء اللہ تہجد کا وقت کھانے کے وقت سے بہت زیادہ ہوتا تھا۔ کھانا تو آخری دس پندرہ منٹ میں بڑی تیزی سے کھا کر فارغ ہو جاتے تھے جب کہ تہجد کے لئے ان کو آدھ پون گھنٹہ ضرور مل جاتا تھا۔ اب جن گھروں میں بچوں کو روزہ رکھنے کی ترغیب بھی دی جاتی

ہے ان کو اس سلیقے اور اہتمام کے ساتھ روزہ نہیں رکھوایا جاتا بلکہ آخری منٹوں میں جب کہ کھانے کا وقت ہوتا ہے ان کو کہہ دیا جاتا ہے آؤ روزہ رکھ لو اور اسی کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ یہ تو درست ہے کہ اسلام توازن کا مذہب ہے، میانہ روی کا مذہب ہے لیکن کم روی کا مذہب تو نہیں۔ اس لئے میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ جہاں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے وہاں فرض سمجھنا چاہئے۔ جہاں فرض قرار نہیں دیا وہاں اس رخصت سے خدا کی خاطر استفادہ کرنا چاہئے۔ یہ نیکی ہے۔ اس کا نام میانہ روی ہے۔ اس لئے جماعت کو اپنے روزہ کے معیار کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور روزہ رکھوانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور روزہ کا معیار بڑھانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ مئی ۱۹۸۶ء)

نماز تراویح

شب بیداری کی حالت میں جو عبادتیں انسان نے بجا لائی ہیں ان میں نماز تراویح بھی ہے۔ یہ نماز دراصل تہجد کی نماز ہے اس لئے سحری کے وقت اسے ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے لیکن اگر تہجد کے وقت اٹھنے میں حرج محسوس ہو تو پھر نماز عشاء کے بعد ہی جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ اس نماز کی آٹھ رکعتیں ہیں۔ بعد میں تین رکعت وتر ادا کئے جاتے ہیں۔ چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر آرام کرنا چاہئے۔

تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنے بیٹھنے کے ہیں۔ پھر رمضان کی راتوں میں چار رکعت نفل کے بعد آرام کے لئے جو وقفہ کیا جاتا تھا اس کے لئے یہ لفظ استعمال ہونے لگا اور ان نوافل کو تراویح کہا جانے لگا۔

نماز تراویح اس لئے شروع کی گئی تا کہ معذور اور کمزور لوگ جو صبح کے وقت تہجد پر اٹھ نہیں سکتے اور ان کو زیادہ قرآن بھی یاد نہیں کہ وہ نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت کر سکیں۔ تو ایسے لوگوں کی سہولت کے لئے تراویح کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں رمضان میں رات کی عبادت کی سنت جاری فرمائی۔ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک رمضان المبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:۔

"ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نوافل پڑھے تو کچھ لوگ بھی آپ کی اقتداء میں اس نماز میں شامل ہو گئے اور آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اگلی صبح لوگوں نے ایک دوسرے کو رات کا واقعہ بتایا۔ چنانچہ دوسری رات حاضری بڑھ گئی اور پہلے دن سے زیادہ لوگ آنحضورؐ کے ساتھ نوافل میں شامل ہوئے۔ دوسرے دن پھر لوگوں نے مسجد میں اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تیسری رات حاضری اور زیادہ ہو گئی اور چوتھی رات تو حاضری کا یہ حال تھا کہ مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہو گئی لیکن آنحضورؐ نماز پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ بعض لوگ بلند آواز سے نماز، نماز کہہ کر آنحضورؐ کو بلانے کی کوشش کرتے رہے لیکن آپؐ تشریف نہ لائے۔ نماز فجر کی ادائیگی کے لئے جب حضور تشریف لائے تو نماز کے بعد فرمایا۔ رات کو با جماعت نوافل کی ادائیگی کے لئے تمہارے آنے اور انتظار کرنے کا مجھے علم ہو گیا تھا لیکن میں اس اندیشہ سے رک گیا کہ مبادا رات کی نماز کو فرض قرار دے دیا جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ۔ باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح)

یعنی رسول اللہؐ کی معیت میں التزام کے ساتھ رات کے نوافل ادا کرنے سے اگر امت اسے مسلمانوں پر واجب سمجھ کر اس پر عمل شروع کر دیتی تو عام لوگوں کے لئے اس کی ادائیگی مشکل ہو جاتی۔ اس لئے شفقت علی الامت کے خیال سے آنحضورؐ اس سے رک گئے۔ تاہم اس سے رمضان میں رات کے قیام کی سنت بہرحال قائم ہو گئی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وسننت لکم قیامہ

کہ رمضان کی راتوں میں عبادت کی سنت میں نے تمہارے لئے قائم کر دی ہے۔

نماز تراویح کا آغاز
کب اور کس طرح ہوا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سنت کے مطابق مذکورہ بالا واقعہ کے پس منظر میں تراویح کا موجودہ طریق حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں باقاعدہ طور پر شروع ہوا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابن شہاب زہری تابعی بیان کرتے ہیں:۔

"رمضان میں قیام اللیل عام طور پر انفرادی عبادت کے طور پر ادا کی جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں یہی طریق رہا۔

اس کے بعد کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کی ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں نکلے۔ مسجد نبوی کی طرف تشریف لے گئے۔ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا۔ لوگ مسجد میں مختلف گروہوں اور ٹولیوں کی صورت میں نوافل پڑھ رہے تھے۔ کہیں اکیلا آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا تھا تو کہیں کچھ لوگ با جماعت نوافل ادا کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر ان لوگوں کو ایک قاری (حافظ) کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اور پھر آپؓ نے یہ فیصلہ فرما دیا۔ اور حضرت ابی بن کعبؓ کو جو قرآن کریم کے بڑے اچھے حافظ اور قاری تھے نماز تراویح کے لئے امام مقرر فرمایا۔

اس واقعہ کے راوی حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ پھر اس واقعہ کے بعد ایک اور رات کا ذکر ہے۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ میں نکلا تو لوگ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ نئی تجویز کتنی اچھی ہے۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا وہ عبادت

جس سے تم رات کے آخری حصہ میں سوئے ہوتے ہو وہ اس سے افضل ہے جو تم اب ادا کر رہے ہو۔ آپ کی مراد آخری رات میں نماز تہجد ادا کرنے سے تھی اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نوافل پڑھتے اور تراویح میں قرآن سنتے تھے۔

(بخاری، کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان)

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خلیفہ راشد نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے ایک نسبتاً سہولت کا انتظام ان کے لئے کر دیا کہ جن لوگوں کو صبح تہجد میں باقاعدگی سے بیدار ہونا مشکل ہے اور قرآن کریم بھی زیادہ یاد نہیں کہ وہ اس میں تلاوت کر سکیں۔ ان کے لئے یہ نہایت عمدہ انتظام کر دیا کہ قرآن کریم ایک قاری سے سن سکیں۔ اور ظاہر ہے قرآن کریم کا سننا بھی اتنا ہی باعث ثواب ہے جتنا اس کا پڑھنا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعبؓ سے کہہ کر قرآن سنا کرتے تھے اور خود ان کو بھی سناتے تھے۔ اور جبرئیلؑ کے ساتھ بھی آپ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ یعنی قرآن کریم سنتے بھی تھے اور سناتے بھی تھے۔ اس لحاظ سے نماز تراویح میں یہ حسن ہے کہ قرآن کا دور اس میں مکمل ہو جاتا ہے اور قرآن سنا جاتا ہے۔ تاہم اپنے وقت کے لحاظ سے افضل نماز تہجد ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ رمضان شریف میں رات کو اٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے لیکن عموماً محنتی مزدور زمیندار لوگ جو ایسے اعمال کے بجالانے میں غفلت دکھاتے ہیں اگر اول شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخری شب کے پڑھا دی جائے تو کیا یہ جائز ہوگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

"کچھ حرج نہیں۔ پڑھ لیں"

(بدر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح اور تہجد دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہو تو بہرحال تہجد افضل ہے اسے اختیار کرنا چاہئے۔ لیکن اگر کسی کو تہجد کے ساتھ تراویح میں بھی قرآن شریف سننے کی توفیق ملتی ہو تو اس کی سعادت ہے کہ وہ دوہرا ثواب حاصل کرتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۶

کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں ایک بھی بند نہیں جاتا یہاں تک کہ رمضان کی آخری رات ہوتی ہے اور کوئی مومن بندہ نہیں جو اس کی رات کو عبادت کرتا ہے مگر اس کے ہر سجدہ کے بدلے پندرہ سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت سے گھر بنایا جاتا ہے جس کے ستر ہزار دروازے ہیں اور اس گھر میں ایک سونے کا محل ہے جسے سرخ رنگ کے یاقوت سے سجایا گیا ہے۔ پس جب کوئی رمضان کے پہلے دن روزہ رکھتا ہے اس کے پہلے سب گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر روز ماہ رمضان میں ہوتا ہے اور ہر روز اس کے لئے ستر ہزار فرشتے اس کی بخشش کی دعائیں صبح کی نماز سے لے کر ان کے پردوں میں چھپنے تک کرتے ہیں۔ (کنزالعمال کتاب الصوم)

ولادتیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم ڈاکٹر قیصر احمد صاحب اور محترمہ امتہ المجیب زونا صاحبہ کو ۲۰ اکتوبر ۹۷ء کو بیٹا عطا فرمایا ہے الحمد للہ۔ بچے کا نام حسن عزیر احمد تجویز ہوا ہے۔ نومولود ملک بشیر احمد صاحب اور صاحبزادی فوزیہ صاحبہ کا پوتا ہے۔ اسی طرح محترمہ صاحبزادی امتہ النور احمد اور مکرم ڈاکٹر عبدالمالک شمیم صاحب کا پہلا نواسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز کو نیک صالح خادم دین بنائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے مکرم سید شعیب احمد صاحب ابن مکرم میر محمود احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ اور محترمہ درثمین احمد صاحبہ بنت مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب ربوہ کو یکم نومبر ۹۷ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ نام ملیحہ مریم تجویز ہوا ہے۔

سحری اور افطاری کے آداب

(عبدالماجد طاہر)

روزہ کے لئے نیت ضروری ہے

جس شخص کا روزہ رکھنے کا ارادہ ہو اسے روزہ رکھنے کی نیت ضرور کرنی چاہئے۔

حضرت حفصہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"من لم یجمع الصوم قبل الفجر فلا صیام لہ"

(ترمذی۔ کتاب الصوم۔ باب لاصیام لمن لم یعزم من اللیل)

جو فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہ کرے اس کا کوئی روزہ نہیں۔

اسلام نے اعمال کی بنیاد نیتوں پر رکھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"الاعمال بالنیات"** کہ اعمال کا انحصار انسان کی نیت اور ارادہ پر ہے اس لئے اسلامی عبادات کے شروع کرنے کے لئے بھی اخلاص، نیت اور نیک ارادہ شرط ہے۔ یہی بات روزہ کے بارہ میں فرمائی ہے کہ اس کے لئے نیت کرنی چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ انسان رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ اور نیت کر کے سوئے۔

روزہ کی نیت کرنے کے لئے کوئی معین الفاظ زبان سے ادا کرنے ضروری نہیں۔ نیت دراصل دل کے اس ارادے کا نام ہے کہ وہ کس لئے کھانا پینا چھوڑ رہا ہے۔ روزہ کی نیت طلوع فجر سے پہلے کی جانی چاہئے البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً اسے علم نہیں ہوسکا کہ آج سے رمضان شروع ہو رہا ہے یا سویا رہا۔ صبح بیدار ہونے پر پتہ چلا کہ آج تو روزہ ہے یا کوئی اور اسی قسم کا عذر ہے تو وہ دوپہر سے پہلے پہلے اس دن کے روزہ کی نیت کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ اس نے طلوع فجر کے بعد سے کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک بار دوپہر سے پہلے خبر ملی کہ کل رمضان کا چاند مدینہ کی کسی مضافاتی بستی میں دیکھ لیا گیا تھا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا "جس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا وہ روزہ کی نیت کرلے اور جس نے کچھ کھاپی لیا ہے وہ بعد میں اس روزہ کی قضاء کرے۔" (ابوداؤد۔ کتاب الصیام باب فی شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان)

نفلی روزہ میں دن کے وقت دوپہر سے پہلے پہلے (بشرطیکہ نیت کرتے وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو) روزہ کی نیت کرسکتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔

"انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدخل علیٰ بعض ازواجہ فیقول ھل من غداء فان قالوا لاقال فانی صائم"

(صحیح مسلم۔ کتاب الصوم باب جواز صوم النافلۃ بنیتہ من النھار)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ گھر تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ ناشتہ کے لئے کوئی چیز ہے؟ اگر یہ جواب ملتا کہ کچھ نہیں تو آپ فرماتے اچھا آج میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر فجر سے پہلے نیت کرنے میں کوئی عذر ہو تو دن کے وقت بھی روزے کی نیت کی جاسکتی ہے گو حضور علیہ السلام کے یہ روزے نفلی تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور میں نے کچھ کھاکر روزے کی نیت کی مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہوگئی تھی اب میں کیا کروں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"ایسی حالت میں اس کا روزہ ہوگیا، دوبارہ رکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں"۔ (البدر، ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء)

سحری کے آداب

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تسحروا فان فی السحور برکۃ"

(بخاری کتاب الصوم۔ باب برکۃ السحور)

اے مسلمانو! سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

"السحور" سحر سے ہے جس کے معنے صبح کے ہیں اور "السحور" کا لفظ علی الصبح کھانا کھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہودیوں کے روزہ میں سحری نہیں تھی لیکن مسلمانوں کو سحری کا حکم ہوا اس کے فرق کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"فصل ما بین صیامنا و صیام اھل الکتاب اکلۃ السحر"

(سنن الدارمی۔ کتاب الصوم۔ باب فضل السحور)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں ایک فرق سحری کھانا بھی ہے۔

یعنی مسلمان سحری کھاکر روزہ رکھتے ہیں اور اہل کتاب سحری نہیں کھاتے۔

سحری کا وقت آدھی رات کے بعد سے فجر کے طلوع ہونے تک ہے لیکن آدھی رات کو اٹھ کر سحری کھا لینا مسنون نہیں۔ اصل برکت اتباع سنت میں ہے اور سنت یہ ہے کہ طلوع فجر سے تھوڑا پہلے انسان کھا پی لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا یہی طریق تھا۔ صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں:

"تسحرنا ثم قمنا الی الصلوٰۃ"

کہ سحری کھانے کے بعد ہم نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

(ترمذی۔ کتاب الصوم۔ باب تاخیر السحور)

یعنی سحری کے اختتام اور نماز فجر کے دوران بہت کم

وقفہ ہوتا تھا۔

حضرت انسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز فجر کے لئے کھڑے ہوگئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ سحری اور نماز فجر کے درمیان کتنا وقفہ ہوا کرتا تھا تو زید بن ثابت نے جواب دیا کہ قریباً پچاس آیات پڑھنے کے برابر وقفہ ہوتا تھا۔

(بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب قدر کم بین السحور و صلاۃ الفجر)

یعنی اندازاً دس سے پندرہ منٹ پچاس آیات کی تلاوت پر قریباً اتنا وقت خرچ ہوتا ہے۔

حضرت سہیل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں:

"کنت اتسحر فی اھلی ثم تکون سرعۃ بی ان ادرک صلوٰۃ الفجر مع رسول اللّٰہ"

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب وقت الفجر)

یعنی اپنے گھر میں سحری کر کے مجھے بسرعت جاکر نماز فجر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہونا پڑتا تھا۔

سحری کی تاکید کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کے کھانے کے ذریعہ دن کے روزہ (کی مشقت) اور رات کی عبادت (میں جاگنے) کے مقابل پر قیلولہ کے ساتھ مدد چاہو"۔

(ابن ماجہ۔ کتاب الصیام۔ باب ماجاء فی السحور)

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

"صبح کا یہ مبارک کھانا رات کے آخری حصہ میں کھایا کرو۔"

(الجامع الصغیر۔ الجزء الاول حدیث نمبر ۲۳۹۲)

اسی طرح فرمایا:

"سحری کیا کرو خواہ ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔"

(الجامع الصغیر۔ الجزء الاول حدیث نمبر ۳۲۹۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سحری

حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"رمضان المبارک کے مہینہ میں آنحضورؐ کو میں نے سنا آپ (مسجد میں موجود) صحابہؓ کو سحری کے لئے بلا رہے تھے اور فرما رہے تھے اس صبح کے مبارک کھانے کے لئے آؤ"

(سنن نسائی۔ کتاب الصیام۔ باب دعوۃ السحور)

حضورؐ کے ایک اور صحابی بیان کرتے ہیں کہ آپؐ سحری کھا رہے تھے تو فرمایا یہ برکت ہے جو اللہ نے تم کو عطا کی ہے۔ اس لئے اسے ہرگز نہ چھوڑو۔

(سنن نسائی۔ کتاب الصیام۔ باب فضل السحور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سحری کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے انس میں نے روزہ رکھنا ہے مجھے کھانے کی کوئی چیز لادو"۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی لے آیا اور اس وقت حضرت بلالؓ کی پہلی اذان ہوچکی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا "انس! دیکھو (مسجد میں) کوئی اور آدمی ہے جو میرے ساتھ سحری میں شامل ہو"۔ حضرت انسؓ نے زید بن ثابتؓ کو بلایا تو انہوں نے کہا کہ میں تو ستو پی کر روزہ رکھ چکا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا ہم نے بھی روزہ ہی رکھنا ہے۔ چنانچہ زیدؓ بن ثابت نے حضورؐ کے ساتھ سحری کھائی۔

(نسائی۔ کتاب الصیام۔ باب السحور بالسویق والتمر)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ سحری میں کسی قسم کے تکلفات نہیں فرماتے تھے جو میسر ہوتا تھا اس سے روزہ رکھ لیتے تھے بلکہ آنحضورؐ نے فرمایا کھجور مومن کے لئے کتنی اچھی سحری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں مسلمانوں کی سہولت کے لئے یہ انتظام فرمایا تھا کہ صبح کی دو اذانیں ہوتی تھیں۔ پہلی اذان حضرت بلالؓ فجر کے طلوع ہونے سے پہلے دیتے تھے جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اب سحری کا آخری وقت ہے جو شخص نماز تہجد ادا کر رہا ہے یا جو سویا ہوا ہے وہ بھی اٹھ کر سحری کھالے اور دوسری اذان حضرت ابن مکتومؓ اس وقت دیا کرتے تھے جب فجر طلوع ہوجاتی تھی اور اس کا مقصد سحری کے وقت کے ختم ہوجانے کا اعلان ہوتا تھا اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ جب بلالؓ اذان دے تو کھاتے رہا کرو اور جب ابن مکتوم اذان دے تو سحری ختم کرلیا کرو۔

(بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب قول النبی لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال)

لیکن اس میں گنجائش بھی رکھ دی کہ جب تک پوری طرح فجر نہ ہو جائے تو کھاپی سکتے ہیں خواہ اذان ہو رہی ہو۔

(نسائی کتاب الصیام۔ باب کیف الفجر)

حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور کھانے پینے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ برتن رکھ نہ دے۔ یہاں تک کہ حسب ضرورت اس سے کھالے"

(ابوداؤد۔ کتاب الصوم۔ باب فی الرجل یسمع النداء و الاناء علی یدہ)

کیا سحری کھانا ضروری ہے؟

سحری کھائے بغیر روزہ رکھنے میں برکت نہیں لیکن اگر انسان کی اس وقت آنکھ کھلے جب فجر طلوع ہوچکی ہو اور سحری کھانے کا وقت نہ رہا ہو تو بغیر سحری کھائے کے روزہ رکھ لینا جائز ہے۔ لیکن بطور عادت کے ایسا کرنا پسندیدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھنا بڑا ضروری ہے۔ ہر ایک نیکی کا کام اسی وقت نیکی کا کام ہوسکتا ہے جب کہ وہ اللہ کے بیان کردہ احکامات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے مطابق ہو۔ بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

پسند نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔"

افطاری کے آداب

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا اقبل اللیل وادبر النہار و غابت الشمس فقد افطر الصائم۔

(بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب متی یحل فطر الصائم)

جب دن چلا جائے اور رات آ جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کرلو۔

حضرت سہیل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر"

(بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب تعجیل الافطار۔

کہ روزہ افطار کرنے میں جب تک لوگ جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک خیر و برکت بھلائی اور بہتری حاصل کرتے رہیں گے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

"دین اسلام اس وقت تک مضبوط رہے گا جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے کیونکہ یہودی اور عیسائی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرتے تھے۔"

(ابوداؤد۔ کتاب الصوم۔ باب مایستحب من تعجیل الفطر۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے سب سے پیارے بندے وہ ہیں جو (افطاری کا وقت ہو جائے تو وہ) سب سے جلدی افطاری کرتے ہیں"۔

(ترمذی: ابواب الصوم۔ باب ما جاء فی تعجیل الافطار)

حضرت ابی اوفیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا غروب آفتاب کے بعد حضورؐ نے ایک شخص کو افطاری لانے کا ارشاد فرمایا۔ اس شخص نے عرض کی حضور ذرا تاریکی ہولینے دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ افطاری لاؤ۔ اس شخص نے پھر عرض کی کہ حضور ابھی تو روشنی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا افطاری لاؤ۔ وہ شخص افطاری لایا۔ آپؐ نے روزہ افطار کرنے کے بعد اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم غروب آفتاب کے بعد مشرق کی طرف سے اندھیرا اٹھتے دیکھو تو افطار کر لیا کرو۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الصوم۔ باب بیان وقت انقضاء الصوم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ دو تابعی حضرت مسروق اور ابوعطیہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور پوچھا اے ام المومنین حضورؐ کے صحابہ میں دو صحابی ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی نیکی اور خیر کے حصول میں کوتاہی کرنے والا نہیں۔ لیکن ان میں سے ایک تو افطاری بھی جلدی کرتے ہیں (یعنی افطاری کا وقت ہونے کے بعد تاخیر نہیں کرتے) اور نماز بھی جلدی پڑھتے ہیں (یعنی اول وقت پر پڑھتے ہیں) اور دوسرے صحابیؓ افطاری اور نماز دونوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا ان میں افطاری اور نماز میں کون جلدی کرتا ہے۔ بتایا گیا عبداللہ بن مسعود۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

(سنن الترمذی۔ ابواب الصوم۔ باب ماجاء فی تعجیل الافطار)

روزہ کی افطاری کا وقت نہایت بابرکت گھڑی ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اسے افطاری کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزہ کی وجہ سے خدا سے اس کا لقاء ہوگا۔

(ابن ماجہ۔ کتاب الصیام۔ باب ماجاء فی فضل الصیام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افطاری کے وقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہر افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو (آگ سے) آزاد اور بری فرماتا ہے اور یہ عمل روزانہ شام کو ہوتا ہے۔"

(ابن ماجہ۔ کتاب الصیام۔ باب ماجاء فی فضل شہر رمضان۔

پس افطاری کے وقت کے نہایت بابرکت لمحات کو ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ قبولیت دعا کے اس وقت میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے۔

"اللھم انی لک صمت و علی رزقک افطرت"

(ابوداؤد۔ کتاب الصیام۔ باب القول عندالافطار)

اے اللہ میں نے تیری خاطر ہی روزہ رکھا ہے اور تیرے ہی رزق سے میں نے افطار کیا ہے۔

پھر افطاری کے بعد خدا کا شکر ادا کرتے اور یہ دعا کرتے۔

"ذھب الظما و ابتلت العروق و ثبت الاجر ان شآء اللہ "

(ابوداؤد۔ کتاب الصیام باب القول عندالافطار)

یعنی پیاس دور ہوگئی اور رگیں تروتازہ ہوگئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہوگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افطاری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ افطار کرنے میں بھی کوئی تکلف نہیں فرماتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ جو آپ کے خادم خاص تھے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب سے قبل تازہ کھجور کے چند دانوں سے روزہ افطار فرماتے تھے اگر تازہ کھجور میسر نہ ہوتی تو خشک کھجور کھاکر ہی روزہ کھول لیتے اور اگر خشک کھجور بھی نہ ملتی تو پانی کے

چند چلو بھر کر افطاری کرلیتے۔

(ابوداؤد۔ کتاب الصوم۔ باب ما یفطر علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی ایسی سادہ افطاری کی تلقین فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی افطاری کرے تو کھجور سے کرے کیونکہ یہ بہت خیر و برکت رکھتی ہے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے روزہ کھولے جو طہارت مجسم ہے"۔

(ترمذی۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ)

حضرت امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے ایک غریب عورت نے سوال کیا۔ اس دن آپؓ روزہ سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک روٹی کے کچھ نہ تھا۔ آپؓ نے خادمہ سے کہا کہ وہ روٹی اس غریب عورت کو دیدے۔ خادمہ کہنے لگی کہ آپ کے لئے کوئی اور چیز تو موجود نہیں آپ خود کس چیز سے روزہ افطار کریں گی۔ حضرت عائشہؓ نے اس خادمہ سے کہا کہ تم وہ روٹی اس غریب عورت کو دیدو۔ خادمہ کہتی ہے کہ میں نے وہ روٹی اس غریب عورت کو دیدی۔ جب شام ہوئی تو آپکے پاس کسی عزیز نے یا کسی اور شخص نے بکری کا کچھ گوشت اور اس کا بازو بطور تحفہ بھیج دیا۔ آپ نے اس خادمہ کو بلا کر فرمایا لو کھاؤ یہ تمہاری روٹی سے کہیں بہتر ہے۔

(مؤطا امام مالکؒ باب الترغیب فی الصدقۃ)

روزہ افطار کروانے کا ثواب

حضرت زیدؓ بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من فطر صائماً کان لہ مثل اجرہ غیر انہ لا ینقص من اجرالصائم شیء"

(ترمذی۔ کتاب الصوم۔ باب فضل من فطر صائماً)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روزہ افطار کرائے اسے روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا لیکن اس سے روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام افطاری کروایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سعدؓ بن معاذ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے لئے تشریف لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کھولا اور فرمایا تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا اور فرشتوں نے دعائیں کیں۔

(ابن ماجہ۔ کتاب الصیام۔ باب فی ثواب من فطر صائماً)

●●●

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے

"میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر مؤاخذہ کے قابل ہے۔ اہل بیت زیادہ مؤاخذہ کے لائق تھے۔ وہ لوگ جو دور ہیں وہ قابل مؤاخذہ نہیں لیکن تم ضرور ہو۔ اگر تم میں اپنی کوئی ایمانی زیادتی نہیں تو تم میں اور اُن میں کیا فرق ہوا۔ تم ہزاروں کے زیر نظر ہو۔ وہ لوگ گورنمنٹ کے جاسوسوں کی طرح تمہاری حرکات و سکنات کو دیکھ رہے ہیں وہ سچے ہیں۔ جب مسیحؑ کے ساتھی صحابہؓ کے ہمدوش ہونے لگے ہیں تو کیا آپ ویسے ہیں؟ جب آپ لوگ ویسے نہیں تو قابل گرفت ہیں۔ گو یہ ابتدائی حالت ہے، لیکن موت کا کیا اعتبار ہے۔ موت ایک ایسا ناگزیر امر ہے جو ہر شخص کو پیش آتا ہے۔ جب یہ حالت ہے تو پھر آپ کیوں غافل ہیں۔ جب کوئی شخص مجھ سے تعلق نہیں رکھتا تو یہ امر دوسرا ہے۔ لیکن جب آپ میرے پاس آئے، میرا دعویٰ قبول کیا اور مجھے مسیح مانا تو گویا من وجہ آپ نے صحابہ کرامؓ کے ہمدوش ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ تو کیا صحابہؓ نے کبھی صدق و وفا پر قدم مارنے سے دریغ کیا، ان میں کوئی کسل تھا، کیا وہ دل آزار تھے؟ کیا ان کو اپنے جذبات پر قابو نہ تھا؟ کیا وہ منکسر المزاج نہ تھے؟ بلکہ ان میں پرلے درجے کا انکسار تھا۔ سو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ویسی ہی توفیق عطا کرے۔ کیونکہ تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے۔ اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ تو گھبراؤ نہیں۔ ﴿اھدنا الصراط المستقیم﴾ کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے آبپاشی کی۔ آپ نے ان کے لئے دعائیں کیں، بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا۔ جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو، کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول و فعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو ورد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجاء خدا کے سامنے لائے گا اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا اور اس کے دل میں تبدیلی ہوگی۔ خدا تعالیٰ سے ناامید مت ہو۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو کیا کوئی ولی بننا ہے؟ افسوس انہوں نے کچھ قدر نہ کی۔ بیشک انسان نے (خدا کا) ولی بننا ہے۔ اگر صراط مستقیم پر چلے گا تو خدا بھی اس کی طرف چلے گا اور پھر ایک جگہ پر اس کی ملاقات ہوگی۔ اس کی اس طرف حرکت خواہ آہستہ ہوگی لیکن اس کے مقابل خدا تعالیٰ کی حرکت بہت جلد ہوگی۔ چنانچہ یہ آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم......الخ﴾ (العنکبوت: ۷۰) سو جو جو باتیں میں نے آج وصیت کی ہیں ان کو یاد رکھو کہ ان پر ہی مدار نجات ہے۔ تمہارے معاملات خدا اور خلق کے ساتھ ایسے ہونے چاہئیں جن میں رضاء الٰہی مطلق ہی ہو۔ پس اس سے تم نے ﴿و آخرین منھم لما یلحقوا بھم ......الخ﴾ (الجمعہ: ۴) کے مصداق بننا ہے"۔

(ملفوظات جلد اول، طبع جدید، صفحہ ۲۸، ۲۹)

جب تک آپ عبادت کا حق ادا نہ کریں آپ میں یہ طاقت آہی نہیں سکتی کہ برائیوں سے رک سکیں

لیلۃ القدر

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی وہ رات جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ القدر میں ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے مسلمانوں رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں لیلۃ القدر کو تلاش کر کے فائدہ اٹھایا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے جس شخص کو لیلۃ القدر کی برکات کی تمنا ہو اُسے چاہیئے کہ وہ رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ ایک اور حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں۔ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں انتیسویں ستائیسویں اور پچیسویں رات میں تلاش کرو۔

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ازلی حکمت نے لیلۃ القدر کو تعیینی صورت میں تو ظاہر نہیں فرمایا لیکن یہ بات ضرور معین کر دی کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی نہ کوئی رات ہوتی ہے طاق رات کی یہ خصوصیت ہے کہ خدا وتر یعنی طاق ہے اور وہ وتر کو پسند کرتا ہے۔ آخری عشرہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ رمضان کے دو ابتدائی عشرے مخصوص عبادت اور ذکرِ الٰہی میں گزرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص روحانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو آپؐ کمر کس لیتے تھے اور اپنی رات کو اپنی مخصوص عبادت کے ذریعہ غیر معمولی زندگی سے معمور کر دیتے تھے اور اپنے اہل کو بھی رات کی عبادت کے لیے جگا دیتے تھے۔

غروبِ آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر تک خدائی سلام و رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ عام آسمانی بارش ہر اچھی اور بُری زمین پر یکساں نازل ہوتی ہے۔ وہاں روحانی بارش نیک دلوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غافل گندے اور بدفطرت انسانوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ضروری ہے کہ اپنے دلوں میں خدا کا تقویٰ پیدا کرتے ہوئے نیک نیت کے ساتھ اس عشرہ میں قدم رکھو۔ لیلۃ القدر کی کوئی ظاہری علامت نہیں ہے جسے قطعی قرار دیا جا سکے۔ لیلۃ القدر کی اصل علامت قلبِ مومن کے روحانی احساس سے تعلق رکھتی ہے۔ جسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ جب لیلۃ القدر کا ظہور ہوتا ہے تو دعا کرنے والا ایک طرف تو آسمان سے انتشارِ روحانیت کا خاص نزول محسوس کرتا ہے جو نہ صرف اس کے دل کو منور کرتا ہے بلکہ اس کا ماحول بھی آسمانی نور سے جگمگا اٹھتا ہے اور دوسری طرف اس کی دعا میں ایک خاص رنگ کی کیفیت پاکیزگی اور بلندی پیدا ہو جاتی ہے۔

خدا کرے کہ ہم اس معیار تک پہنچیں اور ہمارے دلوں میں دعا کے وقت وہ کیفیت پیدا کرے جو خدا کی رحمت کو کھینچا کرتی ہے۔ خدا کرے کہ رمضان کے اختتام کے بعد بھی ہماری وہ کیفیت رہے جو رمضان میں ہوتی ہے۔

(ماخوذ تربیتی مضامین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

خطبہ جمعہ

نماز قائم کرنے کے جو مختلف مراحل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اپنے ساتھیوں کی نماز بھی کھڑی کرو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء بمطابق ۲۴؍ اخاء ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿اُتلُ ما اُوحیَ اِلیکَ منَ الکتٰبِ وَ اَقمِ الصّلوٰۃَ ۔ اِنّ الصّلوٰۃَ تنھیٰ عنِ الفَحشآءِ وَالمُنکَرِ. وَلَذِکرُاللہِ اَکبَرُ. وَ اللہُ یعلمُ ما تَصنَعونَ﴾ (سورہ العنکبوت آیت ۴۶)۔

گزشتہ دو خطبوں میں میں نے نماز کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی، نماز باجماعت کی طرف، خصوصیت کے ساتھ ان نمازوں کی طرف جو کاموں کے درمیان پڑتی ہوں جن کی خاص طور پر حفاظت کا قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں آج یہ تیسرا خطبہ ہے اور اس کو بھی میں نماز ہی کی اہمیت سے متعلق وقف رکھوں گا۔ پھر انشاء اللہ آئندہ جو خطبہ آنے والا ہے اس میں تحریک جدید کا نیا سال شروع ہوتا ہے اس کا ذکر ہو گا۔ پھر دوسرے امور بہت سے ہیں جو اپنی توجہ کھینچتے ہیں۔ ضمناً کبھی کبھی نماز کا ذکر آئندہ خطبوں میں بھی چلتا رہے گا کیونکہ یہ بہت اہم مضمون ہے۔ انسانی زندگی کی جان ہے نماز، انسان کو پیدا کرنے کے مقاصد میں سے اول مقصد یہ ہے۔

جس آیت کی آج میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ سورۃ العنکبوت کی چھیالیسویں آیت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اُتلُ ما اُوحیَ اِلیکَ منَ الکتٰبِ وَ اَقمِ الصّلوٰۃَ﴾ کہ جو کچھ تجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جا رہا ہے کتاب میں سے، اس کی تلاوت کر "و اقم الصلوٰۃ" اور نماز کو قائم کر۔ گویا جو کچھ بھی کتاب میں وحی کیا جا رہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اقم الصلوٰۃ" باقی ساری باتیں ضمنی اور نسبتاً ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ "اِنّ الصّلوٰۃَ تنھیٰ عنِ الفَحشآءِ وَالمُنکَرِ" یقیناً نماز فحشاء سے منع کرتی ہے اور منکر سے منع کرتی ہے۔ "وَلَذِکرُاللہ اکبر" اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے" واللہ یعلم ماتصنعون" اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

یہاں قرآن کریم نے دو باتیں ایسی بیان فرمائی ہیں جن کو ہم نماز کی نشانی کے طور پر بھی لے سکتے ہیں۔ بسا اوقات انسان کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ میری نمازیں مقبول ہوئی ہیں کہ نہیں۔ اس کا آسان حل اس آیت نے تجویز فرمادیا ہے۔ نماز میں تو یہ خوبی ہے کہ وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ اگر نمازیں پڑھنے کے بعد تم پھر فحشاء اور منکر میں مبتلا ہو جاؤ تو ثابت ہوا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی کچھ اور پڑھا ہے۔ یہ ایک ایسا رابطہ قرآن کریم نے ان دو چیزوں کا قائم فرمایا ہے کہ اس پر جتنا بھی غور کریں، اور مزید عارفانہ مضامین آپ کو سمجھ آنے لگیں گے۔ چند باتیں اس سلسلے میں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ فحشاء ہر اس بدی کو کہا جا سکتا ہے جو وبا کی حیثیت رکھتی ہو اور جو پھیلنے والی ہو۔ فحشاء کا ایک معنی ہر قسم کی بے حیائی بھی لیا گیا ہے اور قرآن کریم نے اس لفظ کو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے لفظ فحشاء میں اس بدی کا ذکر ملتا ہے جو کھل جائے، جو سوسائٹی کا حصہ بن جائے، جو اور لوگوں کے دل بھی بڑھائے کہ وہ اس بدی میں مبتلا ہوں اور نزلہ زکام اور ایسی وباؤں کی طرح اگر ایک دفعہ سوسائٹی میں پھیلیں تو پھر پھیلتی چلی جائیں۔ ہر وہ بدی جو یہ مزاج رکھتی ہو اس کو فحشاء کہا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ بڑی ہو خواہ وہ چھوٹی ہو۔

تو سب سے پہلی بات **نماز کی قبولیت کی نشانی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نماز تمہارے اندر کوئی ایسی بدی باقی نہیں رہنے دے گی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچ سکے** اور مسلم کی تعریف بھی تو یہی ہے اور مومن کی تعریف بھی تو یہی ہے۔ مسلم وہ ہے جو دوسرے کو امن دے، جو دوسروں کو سلامتی پہنچائے اور مومن وہ ہے جو دوسروں کو امن دے۔ تو اگر کسی ذات سے گناہ کی وبائیں پھیلتی ہوں، اس کے عمل سے دوسروں کو بری باتوں کی جرأت ہوتی ہو تو یہ بات اس کے مومن ہونے کے بھی خلاف ہے، اس کے مسلم ہونے کے بھی خلاف ہے۔ تو نماز کی ایسی نشانی جس کو ہر انسان پہچان سکتا ہے وہ یہ ہے ورنہ لوگ وہموں میں مبتلا رہتے ہیں کہ تمہاری نمازوں کی کیا آواز ہے؟ وہ کیا فتویٰ دے رہی ہیں؟۔ اور یہ سادہ سی پہچان روزمرہ کی زندگی میں انسان میں پائی جاتی ہے۔ ہزارہا ایسی برائیاں ہیں جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ برائیاں آگے دوسروں کو لگنے والی ہیں اور اس میں جو احتیاط برتی جائے اس میں اور منافقت میں ایک فرق ہے۔ منافقت ایسی بدی کو چھپانا ہے جس کے نتیجے میں انسان دنیا میں نیک مشہور ہو، دنیا کو بدی سے بچانا مقصود نہیں ہے۔ منافقت اس کوشش کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان کے دعووں پر پردہ پڑا رہے، ان دعووں سے وہ بے نیاز ہو یعنی مطلب یہ ہے کہ ان کی موجودگی اسے تکلیف نہ پہنچائے اور صرف اس لئے پردہ ڈالے کہ وہ داغ ظاہر ہو کر جو اس کا ایک تاثر معاشرے میں پیدا کرتے ہیں اس کے بالکل برعکس تاثر پیدا ہو۔ فحشاء بالکل اور چیز ہے۔ فحشاء انسان کی ایسی بیماریاں ہیں جن کے خلاف وہ جدوجہد کرتا ہے۔ اس

کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بیماریاں اس سے ہٹ جائیں لیکن جب تک نہیں ہٹتیں وہ اس غرض سے انہیں چھپاتا ہے کہ میری اولاد، میری بیوی، میرے بچے انہی بیماریوں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ پس یہ فرق ہے فحشاء اور منافقت کے مضمون میں۔ پس ہر انسان اپنی ذات کو اپنی ذات ہی سے پہچان سکتا ہے کہ اس کی عادتیں اسے فحشاء کا مرتکب تو قرار نہیں دے رہیں۔ ایک انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو کئی دفعہ چھپا کے بولتا ہے، کئی دفعہ کھلے اظہار کے طور پر بات کرتا ہے۔ اب یہ ایک ایسی مثال ہے جو ان دونوں چیزوں میں فرق کر دے گی۔ ایک انسان جھوٹ بولتا ہے کسی دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے، یہ اپنی ذات میں ایک گناہ ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ اس کو پتہ نہیں چلا اس لئے وہ جھوٹ بولنا فحشاء نہیں ہے وہ ایک اثم ہے، ایک ذنب ہے، ایک گناہ ہے۔ مگر اس جھوٹ بولنے کو فحشاء نہیں کہہ سکتے کیونکہ جب وہ جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دیتا ہے تو مقصد یہ ہے کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ تو جھوٹ کا اثر فحشاء نہیں ہوگا۔ لیکن جب وہ گھر میں آ کے بتاتا ہے اپنے بیوی بچوں کو اور مزے لے لے کر بتاتا ہے یا اپنے دوستوں کو سوسائٹی میں مزے لے لے کے بتاتا ہے کہ اس طرح میں نے اس کو پاگل بنایا، اس طرح میں نے اس کو بے وقوف بنایا اور دیکھو میں کیسا چالاک ہوں میں کس طرح لوگوں کو دھوکے دے کر کیسے کیسے عارضی یا دنیاوی فائدے حاصل کر لیتا ہوں، یہ فحشاء ہے۔ اگر کسی نے غلطی سے مجبوراً جھوٹ بولا ہو، ویسے تو جھوٹ کے لئے کوئی قابل قبول مجبوری نہیں ہے، اور اسے دکھ محسوس ہوا ہو تو وہ اور قسم کا جھوٹ ہے، بالارادہ دھوکہ دینا یہ ایک اور قسم کا جھوٹ ہے۔ دونوں فحشاء نہیں ہیں۔ مگر جب دوسرے جھوٹ کا ذکر کر کے، جو بالارادہ دھوکہ دینے کے نتیجے میں بولا جاتا ہے، انسان اپنی بڑائی لوگوں میں بتاتا ہے تو یہ فحشاء ہے۔ اور جو پہلی قسم کا جھوٹ ہے جو اس نے مجبوراً بول دیا ہو اس پہ تو وہ خود پچھتاتا ہے اس پہ فخر کیسے محسوس کر سکتا ہے، وہ فحشاء بن ہی نہیں سکتا۔ اس کے متعلق وہ لوگوں کو بتاتا نہیں پھرے گا کہ دیکھو میں ایسا گندہ آدمی ہوں کہ میں نے فلاں مصیبت کے وقت جھوٹ بول دیا۔ پس گناہوں کی تفریق کرنے کی عادت ڈالیں۔ ہر گناہ کا جو محرک ہے اس کو پہچاننے کی کوشش کریں اور یہ سفر اپنی ذات کا سفر ہے۔ اپنی ذات کے سفر کے بغیر آپ کو خود اپنا چہرہ بھی صحیح دکھائی نہیں دے سکتا اور اپنی ذات کے سفر کے بغیر یہ باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں جو قرآن کریم نے یہاں بیان فرمائیں کہ ﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ﴾ تم کس حد تک فحشاء سے بچ سکے ہو۔ اور جیسا کہ میں نے ایک مثال جھوٹ کی دی ہے ویسی ہی بکثرت دوسری مثالیں دی جا سکتی ہیں جن میں انسان فحشاء میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی جانتا نہیں کہ میں مبتلا ہوں۔ لیکن اگر اس نے نمازیں پہچانی ہیں کہ میری نمازیں کیا ہیں تو پھر اسے غور کرنا ہوگا اور جب وہ غور کرے گا تو اس کا اپنا چہرہ جو اس کے اپنے آئینے میں دکھائی دے رہا ہے اسے بتائے گا کہ تم نمازیں نہیں پڑھ رہے تھے کچھ اور کر رہے تھے۔

دوسرا پہلو اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ فحشاء میں مبتلا لوگوں کی نماز کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ نماز میں قیام ضروری ہے اور **جو لوگ فحشاء میں مبتلا ہوں ان کے لئے نماز کا قیام بڑا مشکل کام ہے کیونکہ فحشاء ان کو اپنی طرف کھینچے گی اور باربار ان کی نماز کو گرا دے گی۔** پس یہ دوسری مصیبت ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ اگر تم نے نماز پڑھنی ہے تو نماز اور فحشاء کا ٹکراؤ ہے۔ قیام نماز کے لئے ضروری ہے کہ تم فحشاء سے باز آجاؤ۔ اگر نہیں آؤ گے تو عمر بھر کی نمازیں رائیگاں جائیں گی، ان کا کچھ بھی فائدہ تمہیں نہیں پہنچے گا۔

"والمنکر" منکر ناپسندیدہ باتوں کو کہتے ہیں جنہیں عام معاشرہ بھی ناپسندیدہ سمجھتا ہے تو محض فحشاء سے بچ جانا کافی نہیں۔ منکر جو اس کے مقابل پر نسبتاً ادنیٰ درجے کی احتیاط ہے یعنی جس کو بری باتیں عرف عام میں کہا جاسکتا ہے، ان سے بچنا۔ ان سے بھی نماز روکتی ہے۔ یعنی نماز کے بعد ایک نمازی کے اندر ایک وقار پیدا ہونا چاہئے۔ اگر وہ نماز مقبول ہوئی ہے تو اس کی عادات واطوار میں، اس کے رہن سہن میں ایک وقار پیدا ہو جائے گا جو قرب الٰہی کے نتیجے میں پیدا ہونا لازم ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کی سوسائٹی اچھی ہو اور اس سوسائٹی کو آپ اچھا سمجھتے بھی ہوں اور پھر آپ میں اس سوسائٹی کی خوبُو نہ پائی جائے۔ جن لوگوں میں انسان چلتا پھرتا ہے ان کے رنگ بھی اختیار کرتا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے کہ گُل کی مٹی میں بھی گُل کی خوشبو آجاتی ہے اور یہ گُل کی تاثیر ہے تو نماز کی تاثیر یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نماز تو تمہیں خدا کے قریب کرنے کے لئے ہے۔ اگر نماز قائم ہو گئی ہو اور تم خدا کے قریب ہو رہے ہو تو ہر وہ حرکت جو وقار کے منافی ہے اور خدا کی عظمت اور شان کے منافی ہے اس حرکت کو نماز تم سے دور کرتی چلی جائے گی۔ یہ ایسی پہچان نہیں ہے جس کے لئے بہت بڑے عارفانہ غور کی ضرورت ہو۔ یہ ایسی پہچان ہے جس کو آپ خود روزمرہ جان سکتے ہیں۔ نماز کے لئے نکلے اور بیہودہ حرکتیں اور فضول باتیں شروع کر دیں۔ آپ کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ میں بیہودہ حرکتیں کر رہا ہوں اور فضول باتیں کر رہا ہوں۔ اور اس وقت کی پڑھی ہوئی نماز آپ کو اپنے سے دور کر دے گی۔ یعنی بظاہر آپ نماز کا قیام کر رہے ہونگے مگر نماز گرانے والے بنیں گے۔ اور یہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ نماز کو قائم کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو نماز قائم کرتی ہے۔ نماز کو گرانے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو خود نماز گراتی ہے۔ پس یہ ایسا رد عمل ہے جو طبعی طور پر خود بخود ظاہر ہو رہا ہے۔

"ولذکرُاللہِ اکبر" اور ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اگر نماز قائم ہو تو وہ ذکر اللہ سے بھر جائے گی۔ **اگر نماز قائم ہو تو ذکراللہ سے صرف**

نماز ہی نہیں بھرے گی بلکہ ایسے شخص کے دن رات ذکر الٰہی سے بھر جائیں گے۔ یہاں تک کہ اس کو کسی دوسری چیز کی فرصت نصیب نہیں ہوگی۔"واللہ یعلمُ ما تصنعون" اوریاد رکھو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کام کرتے ہو۔ یعنی اکثر اپنے اعمال سے انسان غافل رہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے علم میں ہے۔ یہ سورہ العنکبوت سے چھیالیسویں آیت تھی جس کا میں نے ترجمہ اور مختصر تشریح کی ہے۔ اب میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعض ارشادات نماز ہی کے متعلق آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب قیام اللیل سے لی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے۔ اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے تا کہ وہ اٹھ کھڑی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس کی بیوی رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنے میاں کو جگائے۔ اگر اس نے اٹھنے میں پس و پیش کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے تا کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔

اب ان سادہ سے الفاظ میں بعض باتیں مضمر ہیں جن کو کھولنا ضروری ہے۔ پہلی بات آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے کہ 'نماز پڑھے اور پھر اٹھائے' جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تہجد ادا کرے جس کے لئے ضروری نہیں کہ اس کا ساتھی بھی اٹھایا جائے۔ اور اگر وہ اپنے ساتھی کو تہجد کے لئے اس لئے نہ اٹھائے کہ اس کی خواہش نہیں ہے تو یہ عین مناسب ہے۔ لازماً، زبردستی نوافل کے لئے کسی کو اٹھانا یہ درست نہیں ہے۔ پس دیکھیں کیسے خوبصورت الفاظ ہیں کہ اٹھے، نماز پڑھے اور پھر اپنے ساتھی کو اٹھائے۔ وہ فرض نماز ہے جس کے لئے اٹھایا جا رہا ہے۔

اور فرمایا، 'اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے'۔ یہ پانی چھڑکنے کا مضمون بتا رہا ہے کہ وہ مرد یا وہ عورت جن کا ذکر چل رہا ہے ان دونوں کی نیت نماز کی ہے۔ وہ ارادۃً نماز چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے پانی چھڑکنا ان پر زبردستی نہیں حالانکہ وہ بالغ ہیں، جوان ہیں، اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ پانی چھڑکنا بتا رہا ہے کہ انہوں نے درخواست کر رکھی ہے کہ اگر ہم سے نہ اٹھا جائے تو پانی چھڑکنا۔ اگر یہ مضمون اس میں مضمر نہ ہوتا تو نماز کے وقت تو دنگا فساد برپا ہو جاتا۔ کوئی عورت نیک بی بی کسی بدبخت خاوند کے منہ پر روزانہ چھینٹے مار کے اس کو اٹھائے جس کا نماز میں دل ہی نہیں، جس کی نیت ہی نہیں ہے وہ تو آگے سے جوتی لے کر پڑے گا۔ تو یہ کلام خود بولتا ہے کہ میں نبی کا کلام ہوں اس لئے روایات میں راوی سے بہت زیادہ اہمیت مضمون کو دینی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کے منہ کی باتیں خود بولتی ہیں کہ میں محمد رسول اللہ کا کلام ہوں۔ ان باتوں میں جب بھی کسی غیر بات کی آمیزش ہو وہ خود بول پڑتی ہے کہ میں اس رسول کا کلام

نہیں ہو سکتی۔ پس بسااوقات اچھے راویوں سے بعض روایتیں ہیں جن میں الفاظ بدلنے کے نتیجے میں کچھ ایسی کمزوریاں دکھائی دیتی ہیں کہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام، اتنا حصہ کم سے کم، آنحضرت ﷺ کا کلام نہیں تھا۔ چنانچہ بہت سے راوی ایسے بھی ہیں جو احتیاط برتتے ہیں، کہتے ہیں جہاں تک مجھے یاد ہے یہ الفاظ تھے۔ جہاں تک میں نے سوچا ہے مجھے یہ لگتا ہے مگر ضروری نہیں، ہو سکتا ہے آنحضورؐ کے الفاظ کچھ اس سے مختلف ہوں۔ اس وجہ سے اختلاف روایت کی ہمیں سمجھ آجاتی ہے۔

تو اس پر آپ غور کر لیں کہ جو پانی کے چھینٹے دئے جا رہے ہیں یہ بتا رہے ہیں کہ دونوں میاں بیوی بنیادی طور پر نیک ہیں، چاہتے ہیں کہ ان کو اٹھایا جائے اور نیند کی غفلت حائل ہو جاتی ہے اور دونوں کے درجے الگ الگ ہیں۔ ایک تہجد گزار ہے اور دوسرا عام نمازی ہے اس کا Behaviour ،اس کا سلوک ایک عام نمازی جیسا ہے۔ **تو نماز قائم کرنے کے جو مختلف مراحل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اپنے ساتھیوں کی نماز بھی کھڑی کرو** اور اس نماز کو کھڑا کرنے میں زبردستی نہیں ہے مگر ماحول کو اس طریق پر خطرات سے بچایا جا سکتا ہے۔ جب ایک بیوی خاوند کی نماز میں مددگار بن جائے، خاوند بیوی کی نماز میں مددگار بن جائے تو ظاہر بات ہے کہ ان لوگوں کی اولاد پر اس کا نیک اثر پڑے گا اور نماز سارے ماحول میں قائم ہو گی۔

ایک دوسری حدیث مسلم کتاب الایمان ، باب بیان الطلاق سے لی گئی ہے۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔ یہ مضمون میں نے پچھلی دفعہ بھی بیان کیا تھا کہ نماز کو چھوڑنے والا شرک کی وجہ سے نماز کو چھوڑتا ہے اور بسااوقات اسے معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ نماز اپنی ذات میں ایک ایسا اعلیٰ درجے کا روحانی مائدہ ہے جس میں لذت ہے اور اگر اس کے برعکس کوئی اور مائدہ زیادہ لذت والا نظر آئے تب انسان اس مائدہ کو یعنی اس دستر خوان کو چھوڑے گا۔ تو شرک کا مضمون تو پہلے ہی موجود ہے۔ نماز چھوڑ کر شرک میں مبتلا نہیں ہوتا، نماز اس لئے چھوڑتا ہے کہ مشرک ہے یعنی خدا تعالیٰ کے قرب کے مقابل پر غیر اللہ کے قرب کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

اس مضمون پر جب علماء غور کرتے ہیں تو انہوں نے شرک کی مختلف قسمیں بنا رکھی ہیں۔ بعض کو کہتے ہیں شرک جلی اور بعض قسموں کو کہتے ہیں شرک خفی۔ جلی وہ ہے جو انسان کھلم کھلا شرک کرتا ہے۔ خدا کے سوا معبود ہیں، بتوں کی پرستش، چاند سورج کو خدا سمجھنا جیسا کہ آج کل بھی بہت سے مذاہب میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں یعنی انسان کو خدا کا شریک بنالینا، قبروں کی پوجا کرنا یہ سب شرک جلی ہیں۔ شرک خفی یہ مضامین ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسان کو جو خود شرک میں مبتلا ہے اس کو بھی نہیں پتہ

چلتا کہ وہ شرک کر رہا ہے اس کو شرک خفی کہتے ہیں، جو چھپ گیا۔ پس ہر قسم کے شرک کو چھوڑنا ضروری ہے خواہ وہ ظاہر ہو، خواہ وہ چھپا ہوا ہو۔ کیونکہ شرک کے ساتھ انسان کی روحانی زندگی بالکل تباہ ہو جاتی ہے، نہ وہ اس دنیا کے قابل رہتا ہے نہ آخرت کے قابل رہتا ہے۔ حضرت جابرؓ نے مختصر حدیث بیان فرمائی دو چار لفظوں کے اندر لیکن بہت گہری حقیقت سے ہمیں روشناس کرا دیا۔

اب میں ایک اور حدیث بخاری کی کتاب الجہاد سے پیش کرتا ہوں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی۔ کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا' یعنی نماز کے لئے جو وقت مقرر ہے اس محل، اس وقت کے اوپر نماز پڑھنا خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ 'میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا ماں باپ سے نیک سلوک کرنا' پہلے خدا کا حق ہے پھر ماں باپ کا حق ہے اور خدا کے حق سے اگر ماں باپ کا حق بظاہر مجروح ہوتا ہو تو خدا کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ ماں باپ سے باوجود اس کے کہ بے انتہا نیکی کی تعلیم دی گئی ہے اس وقت روگردانی کرنا اس لئے کہ اللہ کا حق اپنی طرف بلا رہا ہے یہ گناہ نہیں ہے بلکہ نیکی ہے۔ فرمایا نماز وقت پر ادا کرنا، ماں باپ سے نیک سلوک کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرنا یعنی خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے پوری پوری کوشش کرنا۔

مسلم کتاب الطہارۃ میں نماز سے متعلق ایک حدیث ان الفاظ میں درج ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ضرور بتایئے۔ آپؐ نے فرمایا (سردی وغیرہ کی وجہ سے مثلاً) 'دل نہ چاہنے کے باوجود خوب اچھی طرح وضو کرنا'۔ یہ جو دل نہ چاہنا ہے اس میں سردی کا مضمون بھی داخل ہے اور بھی بہت سے مضامین داخل ہیں۔ کئی لوگوں کو سستی ہوتی ہے، کئی دفعہ زیادہ گرم پانی سے وضو کرنا پڑتا ہے جیسا کہ پرانے زمانے میں فریج وغیرہ نہیں ہوا کرتے تھے تو باہر گرم ٹوٹیوں سے بعض دفعہ وضو کرنا پڑتا تھا تو کافی گرم پانی ہوتا تھا اور بعض دفعہ سردیوں میں بے انتہا ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ تو ایسی حالت میں وضو کرنا جب کہ طبیعت پر گراں گزرے۔ اگر طبیعت پر گراں نہ گزرے تو انسان وضو کرتا ہی ہے وہ بھی ایک نیکی ہے۔ مگر وہ نیکی جو اللہ تعالیٰ کو بطور خاص پسند ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی خاطر اپنی ناپسندیدہ باتیں اختیار کر لینا جو خدا کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ اور 'مسجد میں دور سے چل کر آنا'۔ اب یہ مطلب تو نہیں کہ آدمی مسجد سے باہر جائے اور دور جا کر پھر واپس آئے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا گھر تو مسجد کے ساتھ تھا اور نزدیک سے آتے تھے مگر اگر بہت دور بھی ہوتا تب بھی آنا ہی تھا۔ تو اس لئے رجحان کی بات ہو رہی ہے۔ دور سے چل کر آنا، یعنی وہ شخص جس کو نماز اتنی پیاری ہو کہ اگر دور سے بھی آنا پڑے تو وہ نماز کے

لئے حاضر ہو جائے گا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی۔ پس وہ جو دور سے آنے کا مفہوم میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں وہ اس دوسری بات نے کھول دیا ہے۔ دل اٹکا ہوا ہے جہاں بھی کہیں ہو گا انسان واپس وہیں پہنچے گا، یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے، یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنا اور یہ بات آپؐ نے یعنی آنحضرت ﷺ نے دو دفعہ دہرائی۔

رباط کیا ہوتا ہے؟ آپ میں سے اکثر کو تو علم ہونا چاہئے رباط کے متعلق میں پہلے بھی کئی خطبوں میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب میں دہراتا ہوں تاکہ رباط کا مضمون اچھی طرح سمجھ آجائے۔ قرآن کریم نے مومنوں کی جماعت کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ سرحد پر گھوڑے باندھتے ہیں۔ سرحد پر گھوڑے اس لئے باندھے جاتے ہیں تاکہ دشمن کو سرحد میں داخل ہونے سے پہلے مار بھگایا جائے اور لڑائی دشمن کی سرزمین میں ہو اپنی سرزمین میں نہ ہو۔ کیونکہ سرحد پر بندھے ہوئے گھوڑے دور سے آتے ہوئے دشمن کو دیکھ لیتے ہیں اور ان کی طرف لپکتے ہیں، انتظار نہیں کرتے کہ وہ اپنی سرحد میں داخل ہو جائیں۔ یہ وہ دفاع کی ایک تکنیک، ایک دفاع کی ایسی حکمت عملی ہے جسے آج بھی نئی دنیا استعمال کر رہی ہے۔ تمام امریکن اور روسی اور اسی طرح دوسری بڑی طاقتوں کے جو دفاعی نظام ہیں ان میں دشمن پر نگاہ رکھنا کہ وہ ہماری سرحد کے قریب تو نہیں آرہا یعنی ایسی حرکتیں تو نہیں کر رہا کہ جس کے نتیجے میں ہم پر حملہ ہو سکتا ہو اس صورت میں جب وہ ان کا نظام پہچان لیتا ہے کہ دشمن قریب آرہا ہے تو پھر یہ انتظار نہیں کیا کرتے کہ وہ داخل ہو جائے پھر ہمیشہ اسے باہر نکل کر دوسری سرزمین میں پکڑتے ہیں اور وہیں Destroy کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ جو لیزر کا نیا نظام بنا ہے یہ بھی اسی اصول کے تابع بنا ہے۔ مگر قرآن کریم میں اور آنحضرت ﷺ کے بیانات میں یہ ساری حکمتیں موجود ہیں۔ کوئی ایسی نئی ایجاد نہیں ہو سکتی جس کی بنیاد قرآن میں یا حدیث میں نہ ہو۔ پس دفاعی نظام کا ذکر فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنا۔ جس شخص کا دل نم

جس شخص کا دل نماز میں اٹکا ہو اس پر فحشاء اور منکر حملہ کر ہی نہیں سکتے۔ جہاں بھی کوئی چیز اس کے اٹکے ہوئے دل کو اپنی طرف کھینچے گی وہ متنبہ ہو جائے گا۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے نماز کے مضمون کو اس باریکی سے ہم پر کھولا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کوئی دنیا کا کوئی رسول پیش کر کے دکھائے، ناممکن ہے کہ ان باتوں کا عشر عشیر بھی کسی اور رسول کی طرف کوئی انسان منسوب کر سکے خواہ کیسا ہی اس کا شیدائی کیوں نہ ہو۔ عبادت الٰہی جو انسانی روحانی زندگی کا مرکز ہے اس سے متعلق بہت کم باتیں ملتی ہیں اور ملتی ہیں تو نسبتاً سرسری۔ ہو سکتا ہے ان باتوں کو محفوظ ہی نہ کیا گیا ہو، لوگوں نے توجہ نہ کی ہو۔ مگر اب جو ہمیں تاریخ کے حوالے سے گزشتہ انبیاء کی باتیں ملتی ہیں ان میں تو لازماً عبادت الٰہی کے متعلق عشر عشیر تو کیا اس کا سوواں حصہ بھی مذکور نہیں ہے جو

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے قرآن کے حوالے سے بیان فرمایا۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں اور یہ حدیث بخاری کتاب الاذان سے لی گئی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو مسجدوں میں آتے ہیں پہلے آ کے بیٹھتے ہیں ان کے فضائل کا ذکر ہے۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بڑی دلچسپ روایت اس لحاظ سے ہے کہ اس زمانے میں ہم عمر نوجوان ٹولے بنا بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دوسری قسم کے ہم عمر، بڑے بھی آتے ہونگے۔ مگر اب جو میں نے غور کیا تو دیکھا کئی دفعہ ایک مجلس سے، ایک جماعت سے ملتے جلتے مزاج کے لوگ اکٹھے آجایا کرتے ہیں، یہاں ٹھہرتے ہیں۔ تو یہ بنیادی طور پر وہی نیکی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں رائج ہوئی تھی اور اس کی کچھ مثالیں ہم اب اپنی زندگی میں بھی دیکھ رہے ہیں۔ عرض کرتے ہیں، بیس دن ٹھہرے۔ آپؐ نہایت نرم دل اور مشفق تھے۔ جب آپؐ نے محسوس فرمایا کہ اب ہم اپنے گھر کو واپس جانا چاہتے ہیں تو آپؐ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ تمہارے کون کون سے عزیز وطن میں ہیں۔ اب یہ بھی ایک عجیب اسلامی آداب کی تعلیم ہے۔ جو بڑی لطافت سے دی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے ان کو اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں پڑی اور وہ اجازت مانگنا ان کے دل پر گراں گزرتا ہوگا۔ مگر چونکہ انہوں نے اجازت نہیں مانگی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو نظر انداز نہیں فرمایا کہ وہ تکلیف اٹھا رہے ہیں اور اب واپس جانے کی نیت ہوگی۔ تو یہ بات یوں بنتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آنے والوں پر نظر رکھا کرتے تھے اور دیکھتے رہتے تھے کہ کب تک یہ شرح صدر کے ساتھ، خوشی کے ساتھ ٹھہر سکتا ہے اور کب کچھ تکلیف کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود محسوس فرمایا کہ اب ہم شاید وطن کو لوٹنا چاہتے ہیں تو آپ نے اور رنگ میں بات پوچھی۔ یہ نہیں کہا کہ تم واپس جانا چاہتے ہو۔ فرمایا کون کون سے عزیز وطن میں ہیں، پیچھے کن کو چھوڑ آئے ہو۔ ہم نے حضور کو بتایا تو آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ۔

اب یہ اجازت کا انداز بھی کیسا لطیف ہے۔ حیرت انگیز ان کو ان کا بہانہ دکھا دیا جو ان کے لئے ایک وجہ جواز بنتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کے جانا ان کے لئے شرم کا موجب نہ رہا۔ کیونکہ خواہ مجبور بھی تھے مگر چھوڑ کر جانا ایک ان کے دل پر کوفت تھی۔ تو آپؐ نے ان کا جانا کتنا آسان فرما دیا۔ فرمایا ان کا بھی تو حق ہے جن کو پیچھے چھوڑ آئے ہو اس لئے واپس جاؤ اور یہ یہ باتیں جو تم نے مجھ سے سیکھی ہیں ان کو جا کے سکھاؤ۔ انہیں دینی احکام سکھاؤ اور انہیں ان پر عمل کرنے کے لئے کہو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھتے رہو۔ یہ حقیقی نماز ہے اس طرح نماز کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ جب نماز کا وقت ہو تم میں سے کوئی اذان کہے اور جو تم میں سے بڑی عمر کا ہے وہ نماز پڑھائے۔ یہ جو لفظ بڑی عمر کا ہے اس نے مجھے متعجب کیا

کیونکہ دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ خواہ چھوٹی عمر کا ہو جسے قرآن کریم زیادہ آتا ہو وہ نماز پڑھائے اور دوسرے یہ سارے ہم عمر ہی تھے۔ صاف راوی بیان کر رہا ہے کہ ہم ایک جیسی عمر کے تھے تو یہ حساب تو نہیں ہو گا کہ اس زمانے کی پیدائش کا حساب کریں کہ کون چند دن پہلے پیدا ہوا اور کون چند دن بعد پیدا ہوا لیکن ساتھ ہی میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ راوی ابو قلابہؓ کہتے ہیں کہ مالک بن حویرثؓ نے مجھے یہ باتیں بتائی تھیں لیکن ان میں سے کئی باتیں بھول گیا ہوں۔ اب راوی کا تقویٰ ہمارے کام آ گیا۔ ان بھولی ہوئی باتوں میں یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کا علم زیادہ رکھنے والے کو امام بننے کا اہل قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ چھوٹا بچہ بھی بعض بڑی عمر کے صحابہ کو نماز پڑھایا کرتا تھا کیونکہ اس کو قرآن کریم زیادہ آتا تھا۔ پس یہ حدیثوں کے صحیح ہونے اور ان کے الفاظ کی صحت کے متعلق راویوں کی احتیاط کرنے کا ایک نمونہ ہے۔ ہر وہ حدیث جو اعلیٰ درجے کے مضامین قرآن کی مطابقت کے ساتھ رکھتی ہے اس کے متعلق ہرگز شک کی ضرورت نہیں کہ کوئی راوی کمزور ہے یا نہیں۔ اور اگر مطابقت نہیں رکھتی تو کتنے ہی پکے راوی ہوں وہ حدیث وہاں مشکوک ہو جائے گی جہاں قرآن کے واضح احکامات سے منافی باتیں کر رہی ہو گی۔ اور یہ ایک حدیث ہے، جو غالباً مجھے وقت مل جائے گا، پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ اقتباس ہیں اگر ان کا وقت نہ بھی ملا تو آئندہ پھر کسی وقت ان اقتباسات کو میں دوبارہ آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اس سے نماز کا مضمون پھر تازہ ہو جائے گا اور ایک اور خطبہ اسی موضوع پر دینا ہو گا۔

بخاری کتاب الصلوٰۃ فضل صلوٰۃ الجماعۃ سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان کا جماعت سے نماز پڑھنا بازار یا گھر میں نماز پڑھنے سے بیس گنا سے بھی کچھ زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ اب اس حدیث کو میں نے اس حدیث کے بالکل ساتھ رکھ دیا ہے جس میں راوی نے اقرار کیا ہے کہ میں بھول گیا ہوں۔ یہاں راوی نے اقرار نہیں کیا لیکن یہ بیان دوسرے بیانات سے متضاد ہے۔ یعنی لفظ بیس گنا، اٹھائیس گنا، سو گنا، ہزار گنا، اتنے بکروں کی قربانی، اتنے جانوروں کی قربانی یہ سارے وہ مضامین ہیں جو بعد کے آنے والے راویوں کو اچھے لگا کرتے تھے اور وہ اپنی طرف سے بیچ میں باتیں ڈالا کرتے تھے۔ اس لئے اب میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنی طرف سے ڈالتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تو تضاد ہی کوئی نہیں اور نماز باجماعت کو جہاں فرض ہوتی ہے وہاں فرض ہی قرار دیتے ہیں۔ ایک فرض کے گرنے سے ساری نمازیں گر جاتی ہیں۔ اس لئے نماز باجماعت کے مقابل پر ایسے لوگوں کو نہیں سمجھایا جا سکتا کہ ان کے اکیلے نماز پڑھنے سے باجماعت نماز زیادہ اہم ہے کیونکہ اگر وہ باجماعت پڑھ سکتے ہیں تو اکیلا نماز پڑھنا نماز ہی نہیں ہے۔ یہ اندرونی تضاد ہے جو آنحضرت ﷺ کے دوسرے ارشادات کی روشنی میں ہمیں دکھائی دینے لگتا ہے۔ بڑی قطعیت کے ساتھ دوسری حدیثیں ہیں جو

بتارہی ہیں کہ **جہا ں نماز باجماعت قائم کی جا سکتی ہو وہاں اکیلی نماز ہوتی ہی نہیں سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری حائل ہو۔** پس معلوم ہو تا ہے کچھ حصہ راوی بھول گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی واضح مراد یہ ہے کہ نماز باجماعت کی اگر کسی کو توفیق نہ ہو، بیمار ہو، کوئی اور وجہ ہو تو باجماعت نماز نہ پڑھے مگر یہ یاد رکھے کہ ایک اچھے کام سے محروم رہا ہے۔ یہ احساس اس کو نماز باجماعت کی اہمیت یاد دلاتا رہے گا۔ پس جہاں زیادہ فائدہ مند ،زیادہ ثواب کا موجب، جیسے الفاظ ملتے ہیں یہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہوگا، لازم بات ہے کہ ایسا شخص جو نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتا اس کو یاد کرانے کے لئے نماز باجماعت کے کچھ فوائد ذہن نشین کرائے گئے ہوں لیکن عملاً کیا فرمایا تھا، کتنے گنا فرمایا تھا اس بحث میں ہمیں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

فرماتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد میں نہ لائے۔ اب صاف تضاد یہاں ظاہر ہو گیا یعنی پہلے یہ ذکر کیا کہ اکیلے نماز سے دوسری جو اجتماعی نماز ہے وہ زیادہ ضروری ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس لئے ہے کہ اگر وضو کرے نماز کی نیت سے مسجد میں آئے۔ اگر نماز کی نیت سے وضو کر کے آسکتا ہے تو اکیلی نماز تو پھر نماز ہی نہ رہی پھر بیس گنا کی بحث اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے میں یہ استنباط کر رہا ہوں کہ معلوم ہو تا ہے کہ راوی کے ذہن میں کچھ چیزیں مشتبہ ہو گئیں۔ یہ تو ہرگز بعید نہیں کہ ان لوگوں کے لئے جو نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتے رسول اللہ ﷺ نے ان کے دلوں میں نماز باجماعت کی اہمیت ثابت کرنے کی خاطر، ان کے دلوں پر واضح کرنے کی خاطر کچھ الفاظ فرمائے ہوں لیکن اختیار نہیں رکھا کہ نماز پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے اور صرف یہ سمجھ لے کہ چلو میں نے چھوٹی نماز پڑھ لی ہے، کم فائدہ ہو جائے گا، اس کا اختیار انسان کو نہیں ہے۔

اب ہم اگلے حصے کو لیتے ہیں، ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد میں نہ لائے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہمیں خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ بہت سے لوگ ہیں جو میٹنگز کے لئے مسجد آتے ہیں یہاں بھی اور جرمنی میں بھی اور جگہ بھی ان کا سارا سفر خواہ نیک کام کی خاطر ہو جماعتی میٹنگ کے لئے ہو یا عام کام کی خاطر ہو کسی مشاعرے یا شادی کے لئے آنا ہو تو پھر جو وہ نماز باجماعت پڑھتے ہیں تو آنحضرت ﷺ ان کی نماز باجماعت کو اصل نماز باجماعت قرار نہیں دے رہے۔ انہوں نے آنا ہی تھا روٹی کھانی تھی اور واپس چلے جانا تھا ساتھ اتفاق سے نماز باجماعت بھی ہو رہی تھی اس میں اگر کوئی شامل نہیں ہوگا تو بالکل ہی بے حیاء ہوگا۔ جب نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے لوگوں کو تو پھر وہ کہے گا چلو نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ مگر اس کی اگر اتنی ہی نمازیں ہوں ساری عمر کی، کسی اور غرض سے مسجد میں پہنچا ہو اور وہاں نماز پڑھ لی ہو اور پھر کبھی بھی نہ آئے تو اس کو فکر کرنی چاہئے۔

ایسے لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ کبھی کبھی اس عادت کو توڑنے کی خاطر خالصۃً نماز کی خاطر مسجد آیا کریں۔ اور دوسرا یہ کہ ان کو ہم نے پہچانا ہے اس مسجد میں، ان دعوت ولیمہ میں شامل ہونے والوں کی نمازوں کو پہچاننا ہو تو ان کے ارد گرد اگر کوئی مسجد ہو وہاں سے پہچانیں۔ اگر دو قدم پہ مسجد ہو اور وہاں نہ جائیں اور ولیمہ کھانے کے لئے بیس میل آجائیں اور پھر باجماعت نماز پڑھ کے، اپنے آپ کو نمازی سمجھ کے سر اٹھا کے چلیں تو یہ بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذہانت کی لطافت دیکھیں کوئی پردہ باقی نہیں چھوڑا۔ ہر مشکل مضمون سے پردہ اٹھا کے ہمیں اپنے چہرے دکھادئے ہیں۔ نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد نہ لائے، نہ شادی نہ بیاہ نہ کوئی اور مقصد، نہ دینی میٹنگ۔ نماز ہی کی خاطر سے آئے تو ایسا شخص قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کا مسجد کی طرف آنا ہر قدم جو اسے مسجد کے قریب کرتا ہے اس کے درجے بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں جا پہنچتا ہے۔ پھر جب تک وہ نماز کی خاطر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے گویا نماز ہی میں مصروف سمجھا جاتا ہے۔ کئی دفعہ بعض مجبوریوں سے نماز باجماعت دیر سے پڑھانی پڑتی ہے۔ وہ لوگ جو مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اگر نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں تو وہ اللہ کے نزدیک گویا نماز میں مصروف ہیں اور بظاہر عبادت نہیں کر رہے مگر ان کا تمام عرصہ مسجد میں موجود رہنا ان کے حق میں ایک عبادت کے طور پر لکھا جاتا ہے اور فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر، اے اللہ اس کو بخش دے، اس کی توبہ کو قبول کر۔ یہ دعائیں اس وقت تک ہوتی رہتی ہیں جب تک وہ، آگے ترجمہ غلط کیا ہوا ہے اور یہ مضمون میں آپ کے سامنے کھول کے رکھنا چاہتا ہوں کہ 'یُحدِث' کے الفاظ کا ترجمہ صرف وضو توڑنا کر دیا گیا، یہ بالکل غلط ہے۔ اس مضمون سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ 'اس وقت تک وہ اس کے حق میں دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک وضو نہ ٹوٹ جائے'۔ اس بے چارے کا کیا قصور۔ اگر اتفاق سے وضو ٹوٹ جائے تو دعائیں مقبول ہونی بند ہو گئیں؟۔ ترجمہ کرنے والے یہ بات سوچتے نہیں اگر وہ کوئی اچھی سی ڈکشنری اٹھاتے اس میں لفظ "اَحدَثَ یُحدِثُ" کا مضمون پڑھتے تو صاف بات کھل جاتی کہ ہر وہ حرکت جو نامناسب ہو، جو خدا کی طرف سے توجہ پھیر دے وہ احداث ہے اور گناہ بھی اس میں شامل ہیں گناہ کے خیالات بھی اس میں شامل ہیں۔ پس 'یُحدِث' کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر وہ عبادت کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا ہوا ہے مگر بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو احداث کا مضمون رکھتی ہیں۔ اگر وہ باتیں شروع کر دیتا ہے کسی سے اور ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذکر الٰہی میں مخل ہو جاتا ہے تو اس کے حق میں فرشتوں کی یہ دعائیں کیوں قبول ہونگی کہ اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس کی توبہ قبول کر۔ تو 'یحدث' کا جو اصل مضمون عربی لغت سے ملتا ہے وہ یہ مضمون ہے جس نے سارا مسئلہ حل کر دیا اور نہ ایک بہت ہی عجیب سی بات دکھائی دیتی کہ

مسجد میں لوگ نعوذباللہ من ذٰلک ہوائیں چھوڑ رہے ہیں اور اسی وقت ان کے متعلق دعائیں ختم ہو گئیں۔ ہوائیں مسجد میں چھوڑنا بھی احداث کا ایک حصہ ہے۔ یعنی انسان کا فرض ہے کہ مسجد میں کوئی بدبو نہ پھیلائے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ اگر اسے اٹھ کے باہر جانا ہے تو اسے باہر جانا چاہئے۔ لیکن یُحدِث کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام ترجمے میں ملتا ہے۔ یُحدِث کا مطلب ہے وہ ایسی نامناسب بات کرے جو اسے اللہ سے دور کرنے والی ہو۔ جب وہ ایسی نامناسب بات کرے گا تو فرشتوں کی دعائیں اس کے حق میں مقبول ہونی بند ہو جائیں گی۔

پس مسجد میں آنے والوں کے لئے میں اسی مضمون پر اب اس خطبے کو ختم کرتا ہوں کہ اپنے مسجد میں آنے کا حساب کیا کریں اور کوشش کریں کہ آپ کا مسجد میں آنا آپ کے لئے ہمیشہ درجات کی بلندی کا موجب بنا رہے۔ مسجد میں بیٹھنا بھی درجات کی بلندی کا موجب بنے۔ مسجد میں بیٹھ کر ایسی باتیں نہ کیا کریں کہ بظاہر نماز کا انتظار ہو رہا ہے لیکن ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں یا اپنے مشاغل کی باتیں ہو رہی ہیں جو سارا ثواب ضائع کر دیں گی۔ پس جو اعلیٰ درجے کے مضامین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں ان پر غور کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ارشاد باری تعالیٰ

کامیابی کا راز ــــــ آبادی مساجد

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝

(التوبہ ۱۸)

ترجمہ :- اللہ کی مسجدوں کو تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اور نمازوں کو قائم کرتا ہے اور زکوۃ دیتا ہے۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ سو قریب ہے کہ ایسے لوگ کامیابی کی طرف لے جائے جائیں۔

ماہ رمضان کے گزرنے پر یکم شوال کو روزوں کی برکات حاصل کرنے کی توفیق پانے کی خوشی میں عیدالفطر منائی جاتی ہے۔ نماز عید کا اجتماع ایک رنگ میں مسلمانوں کی ثقافت اور دینی عظمت کا مظہر ہوتا ہے اس لئے مرد، عورت اور بچے سبھی شامل ہوتے ہیں۔

حضرت ام عطیہؓ بیان فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ارشاد فرماتے تھے کہ ہم عیدین کے دن سب لوگ عورتیں بچے عید پر جائیں یہاں تک کہ حائضہ عورتوں کو بھی عید اور اس کی دعا میں شامل ہونے کا حکم ہوتا البتہ وہ نماز میں شامل نہیں ہوتی تھیں، بلکہ اتنا تاکیدی ارشاد اس بارہ میں فرمایا کہ اگر کسی لڑکی کے پاس اوڑھنی نہ ہو تو وہ کسی سہیلی سے مانگ لے اور عید پر ضرور جائے۔

(بخاری و مسلم کتاب العیدین)

آنحضرتؐ کیسے عید مناتے تھے

عید کے اس بابرکت تہوار کے لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آداب سکھائے اور ہدایات دیں۔ عید کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص صفائی کا اہتمام فرماتے۔ غسل فرماتے، مسواک اور خوشبو کا استعمال کرتے اور صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے۔ اگر میسر ہوں تو نئے کپڑے پہنتے۔ مسلمانوں کے اس قومی و مذہبی تہوار میں شمولیت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص تحریک فرماتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے روز صبح کچھ طاق کھجوریں تناول فرماکر عید پر جاتے تھے۔ البتہ عیدالاضحیٰ کے دن آپ قربانی کے گوشت سے کھانا شروع کرتے تھے۔ آپؐ کا معمول تھا کہ ایک راستے سے عیدگاہ میں تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لاتے تاکہ مسلمانوں کے تہوار کی عظمت لوگوں پر ظاہر ہو اور باہم بھی ملاقات اور خوشی کے زیادہ مواقع میسر آئیں اور دونوں راستوں پر آباد لوگ آپؐ کی برکت حاصل کرسکیں۔

عید کے دن کھیل اور ورزشی مقابلے بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ عید کے موقع پر اہل حبشہ ڈھال اور برچھی سے اپنے کھیل اور مہارت کے فن دکھاتے تھے۔ شاید میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا آپؐ نے خود فرمایا کہ کیا ان کے کھیل کرتب دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا ہاں! تب آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا اس طرح کہ میرا رخسار آپؐ کے رخسار کے ساتھ تھا۔ آپؐ کھیلنے والوں کا خوب حوصلہ بڑھاتے رہے۔ پھر میں خود ہی تھک گئی تو آپؐ نے مجھے فرمایا بس کافی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا تو جاؤ۔

حضرت عائشہؓ کی ہی روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن انصار کی دو لڑکیاں میرے پاس بیٹھی جنگ بعاث کے نغمے سنارہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ اپنے بستر پر آکر دوسری طرف منہ کرکے لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تو ان لڑکیوں کو گاتے دیکھ کر مجھے ڈانٹا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ شیطانی گانا؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ! ہر قوم کی عید کا ایک دن ہوتا ہے اور یہ ہماری عید کا دن ہے۔

اچھے کھانے، خوبصورت کپڑے اور کھیل کود تو ظاہری خوشی کے اظہار کے طریقے ہیں ایک مسلمان کی حقیقی خوشی اور سچی عید تو یہ ہے کہ اس کا خدا اس سے راضی ہوجائے اس لئے تیس دن کے روزے رکھنے کے بعد عید کے روز مسلمان خدا تعالیٰ کے شکرانہ کے طور پر دو رکعت نماز عید بھی ادا کرتے ہیں۔ عید کی دو رکعت نماز کسی بھی کھلے میدان یا عیدگاہ میں زوال سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ حسب ضرورت عید کی نماز جامع مسجد میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ عید کی نماز باجماعت ہی پڑھی جاسکتی ہے، اکیلے جائز نہیں۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے موقع پر عیدگاہ تشریف لے جاتے اور سب سے پہلے کام یہ کرتے کہ نماز شروع فرماتے۔ نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔ حضورؐ انکو وعظ و نصیحت فرماتے، ضروری احکام کا اعلان فرماتے، کبھی کوئی لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کی روانگی کا حکم فرماتے اور پھر اس سے فارغ ہوکر گھر واپس جاتے۔

عید کے خطبہ میں عورتوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے اور ان تک آواز پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو امام علیحدہ طور پر بھی عورتوں کو خطاب کرسکتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عید کا خطبہ دیا اس کے بعد آپ عورتوں کی صفوں کے پاس تشریف لائے حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے انکو وعظ و نصیحت فرمائی۔ خاوندوں کی اطاعت کی اور زبان درازی سے بچنے کی تلقین فرمائی اور صدقہ دینے کی تحریک کی۔ حضورؐ کی اس تحریک پر عورتیں اپنے ہاتھ کانوں اور گلے کے زیور اتار اتار کر حضرت بلالؓ کی چادر میں ڈالنے لگیں۔ اس کے بعد رسول اللہ واپس تشریف لائے۔

نماز عید میں نہ تکبیر ہوتی ہے نہ اذان۔ نماز عید کا وقت سورج کے نیزہ بھر آسمان پر آجانے کا ہے۔ موسم اور حالات کے لحاظ سے عید کا وقت لوگوں کی سہولت کو مدنظر رکھ کر مقرر کرنا چاہئے۔ عام طور پر عید الفطر نسبتاً تاخیر سے اور عید الاضحیٰ جلدی پڑھی جائے اور یہی سنت ہے۔

نماز عید کی دونوں رکعت میں بلند آواز سے قرات کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں پہنچتے تو اذان، اقامت کے بغیر ہی نماز شروع فرما دیتے اور سنت یہی ہے کہ ان میں سے کوئی فعل نہ کیا جائے۔ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ جب عیدگاہ میں پہنچتے تو عیدگاہ سے قبل کوئی (نفل وغیرہ) نہ پڑھتے اور نہ بعد میں پڑھتے اور خطبہ سے پہلے نماز شروع

کرتے اس طرح آپؐ دو رکعتیں ادا کرتے پہلی رکعت میں سات مسلسل تکبیریں کہتے۔ اور ہر دو تکبیروں کے درمیان ایک ہلکا سا وقفہ ہوتا۔ تکبیرات کے درمیان آپؐ سے کوئی مخصوص ذکر مروی نہیں۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ جب تکبیریں ختم فرماتے تو قرات شروع کرتے یعنی سورۃ فاتحہ پھر اس کے بعد سورۃ ق والقرآن المجید ایک رکعت میں پڑھتے اور دوسری رکعت میں اقتربت الساعۃ وانشق القمر پڑھتے بسا اوقات آپؐ دو رکعتوں میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھتے، جب قرات سے فارغ ہو جاتے تو تکبیر کہتے اور رکوع میں چلے جاتے۔ پھر ایک رکعت مکمل کرتے اور سجدہ سے اٹھتے (پھر) پانچ بار مسلسل تکبیریں کہتے جب تکبیریں مکمل کرلیتے تو قرات شروع کردیتے۔ اس طرح ہر رکعت کے آغاز میں تکبیریں کہتے اور بعد میں قرات کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز مکمل کر لیتے تو فارغ ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہوجاتے، لوگ صفوں پر بیٹھے ہوتے تو آپ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ عیدگاہ میں کوئی منبر نہ تھا جس پر چڑھ کر (وعظ فرماتے ہوں) نہ مدینہ کا منبر یہاں لایا جاتا، بلکہ آپؐ زمین پر کھڑے ہوکر تقریر کرتے۔

حضرت جابرؓ بتاتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے دن نماز میں حاضر ہوا تو آپؐ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھائی۔ اس سے فارغ ہوکر حضرت بلالؓ کے کندھے کا سہارا لے کر کھڑے ہوگئے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم فرمایا، اس کی اطاعت کی رغبت دلائی اور نصیحت کی اور پھر (انعامات خداوندی وغیرہ) یاد دلائے۔ پھر آپؐ خواتین کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں نصیحت کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے آگئے۔ آپؐ نے نماز عید پڑھائی اور پھر فرمایا عید کی نماز جمعہ کا بدل ہے اسلئے اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لئے نہ آنا چاہے تو اسے اجازت ہے البتہ ہم انشاء اللہ (وقت پر) جمعہ پڑھیں گے۔

(سنن ابن ماجہ الجزء الاول۔ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا۔ باب ماجاء فیما اذا اجتمع العیدان فی یوم)

اگر عید کی نماز پہلے دن زوال سے پہلے نہ پڑھی جاسکے تو عیدالفطر دوسرے دن اور عید الاضحیہ تیسرے دن تک زوال سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے۔

نفلی روزے

شوال کے چھ روزے

حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد (عید کا دن چھوڑ کر) شوال کے بھی چھ روزے رکھے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں۔

(مسلم کتاب الصیام

باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال)

نفل وہ زائد عبادت ہے جو بندہ خوشی سے اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لئے بجا لاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ بندہ کی نفل عبادت سے بہت خوش ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ برابر میرا قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ (بخاری)

نفلی روزوں کا بھی بہت ثواب ہے جو مختلف مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزوں کی تحریک کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ چنانچہ حدیث مذکورہ بالا میں رمضان کے تیس روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کا ارشاد فرمایا اور اس کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر بتایا۔ حساب کی زبان میں اس میں یہ سر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب اللہ تعالیٰ دس گنا عطا فرماتا ہے اور ۳۶ روزوں کا ثواب ۳۶۰ دنوں کے برابر بنتا ہے جو قریباً ایک سال کا عرصہ ہے لیکن اصل حکمت رمضان کے فرض روزوں کے ساتھ شوال کے نفلی روزوں میں نیکی کا تسلسل ہے اور اس امر کی تربیت ہے کہ رمضان کا مجاہدہ اور اس کی عبادات صرف ایک مہینہ تک محدود نہ رہیں بلکہ سارے سال پر پھیل جائیں اور رمضان کے علاوہ باقی ایام میں بھی ان نیکیوں کی عادت رہے اور ظاہر ہے جیسے رمضان کے بابرکت مہینہ کا یہ نتیجہ حاصل ہو جائے اس کا سارا سال کیا سارا زمانہ اور ساری عمر رمضان ہے جس میں وہ رمضان کی برکتیں حاصل کرتا چلا جائے گا۔

ماہ رمضان کے اس تسلسل کو دوران سال جاری رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہے وہ صوم الدھر یعنی سال بھر روزے رکھنے والے کے برابر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین وصیتیں فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ ہر مہینہ میں تین نفلی روزے رکھنا (ترمذی)۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **مجھے فرمایا اے ابوذر! جب تم مہینہ** میں سے تین دن کے روزے رکھنا چاہو تو ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ چاند کی تاریخوں میں روزے رکھنا (ترمذی) لیکن ان تاریخوں کے علاوہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مہینہ میں نفلی روزے رکھنے حضرت عائشہؓ کی روایت سے ثابت ہیں۔ (ترمذی)

نفلی روزہ کے لئے رات کو نیت کرنا ضروری نہیں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاکر پوچھتے کہ ناشتہ کے لئے کوئی چیز ہے؟ میں اگر کہتی کہ نہیں ہے تو آپؐ فرماتے اچھا میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ (ترمذی)

نفلی روزہ کھولنے کا وہ کفارہ نہیں جو فرض روزے کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام ھانیؓ کے پاس تشریف لائے اور پانی منگوایا۔ حضورؐ نے پانی پی کر برتن ان کو واپس کیا تو انہوں نے حضورؐ کا بچا ہوا پانی پی لیا۔ پھر عرض کی کہ حضورؐ مجھے روزہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قضا کا روزہ تو نہیں تھا۔ ام ھانیؓ نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر حرج نہیں ہے۔ نیز فرمایا "نفلی روزے والا اپنے نفس کا خود امین ہوتا ہے چاہے تو روزہ پورا کرے چاہے تو افطار کرے۔" (ترمذی)

لیکن اگر روزہ افطار کردے تو اس کی بجائے ایک روزہ رکھنا ہوگا۔

یہ عالمی عید جو جماعت کی طرف سے منائی جارہی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے دائرے اور وسعتوں میں پھیلتی چلی جارہی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیدوں کا روح پرور تذکرہ

خطبہ عیدالفطر فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بتاریخ ۲۱ فروری ۱۹۹۶ء مطابق ۲۱ تبلیغ ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

آج عید کا مبارک دن ہے جو خوشیوں کا دن ہے لیکن یہ خوشیاں اسلامی رنگ میں منائی جاتی ہیں اور اسلامی رنگ ہی میں منائی جائیں گی۔ تمام دنیا میں اس وقت جو احمدی احباب بھی ہماری اس عید کے ساتھ ٹیلیویژن رابطے کے ذریعے شامل ہیں ان کو اور جو آج نہیں تو کل شامل ہونگے جبکہ دوسرے ایسے علاقوں میں بھی ویڈیوز پہنچیں گی جہاں ابھی تک براہ راست رابطہ نہیں ہے۔ ان سب کو میں اپنی طرف سے اور آپ سب کی طرف سے جو یہاں شامل ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور عید مبارک کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔

یہ عالمی عید جو جماعت کی طرف سے منائی جارہی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے دائرے اور وسعتوں میں پھیلتی چلی جارہی ہے اور ایک دن ایسا آئے گا جبکہ، بعید نہیں کہ خدا کرے کہ ہماری زندگیوں ہی میں آئے کہ، ہماری ایک عید میں کروڑ احمدی یا اس سے زائد شامل ہونگے اور کل عالم پر بیک وقت منائی جانے والی عید جس میں ایک صوتی اور تصویری رابطے کے ذریعے ایک کروڑ آدمی شامل ہوں یہ ایک نیا باب ہوگا اسلام کی فتوحات میں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس طرح اس ساری دنیا کو ایک عالمی ملت میں تبدیل کیا جائے گا جو خوشیوں میں بھی اکٹھی ہوگی اور اپنی محنتوں اور جہاد کی کوششوں میں بھی اکٹھی ہوگی۔

آج کے خطبے کے لئے میں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی سے کچھ ایسے نظارے اکٹھے کئے ہیں، جو آپ کے سامنے پیش کروں گا جن کا عید منانے سے تعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیسے عید منایا کرتے تھے تو وہ چند جھلکیاں ہیں جو آپ کے سامنے ہوں تو آپ کی عیدوں کو بھی پُررونق کر دیں گی۔ اور آپ کی عیدوں میں بھی نور بھر دیں گی۔

صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین میں روایت ہے جو حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز کے دن حاضر ہوا۔ آپ نے خطبے سے قبل نماز پڑھائی (جیساکہ ہم ہمیشہ اسی سنت کے مطابق خطبے سے پہلے نماز پڑھاتے ہیں) جس سے پہلے نہ تو اذان دی گئی اور نہ ہی اقامت کہی گئی۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر آپ بلالؓ کا سہارا لیتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آخری ایام کی عیدوں میں سے کوئی عید ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب جنگ احد کے بعد زخمی ہونے کی وجہ سے یا یہود کے زہر دینے کی وجہ سے کمزور ہوئے ہیں تو تب آپ نے سہارا لینا شروع کیا ورنہ کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی، تو بلال کے سہارے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگوں کو تقویٰ کی تاکید فرمائی۔ اور اپنی اطاعت کی رغبت دلائی۔

تقویٰ کی تعلیم دی یہی سب سے بڑی عید ہے۔ عید میں جو باتیں رنگ بھرتی ہیں ان کی جان تقویٰ ہے۔ پس اگر عید تقویٰ سے منائی جائے تو خواہ اچھے کپڑوں میں ہو یا غریبانہ کپڑوں میں ہو وہی عید پُررونق ہے۔ کیونکہ "لباس التقویٰ ذالک خیر" پس عید کے دن تقویٰ کا ذکر فرمانا بتاتا ہے کہ تم اچھے کپڑے بے شک پہنو مگر ان کپڑوں میں رونق اور بہار تب پیدا ہوگی اگر اندر سے تقویٰ پھوٹے گا اور اس کی شعاعیں ان کپڑوں کو منور کر رہی ہونگی۔ تو آپ نے تقویٰ کی تاکید فرمائی اور اپنی اطاعت کی رغبت دلائی۔ فرمایا میری اطاعت ہی میں ساری زندگی ہے۔ تقویٰ کے مضمون کا ایک دوسرا رنگ یہ ہے کہ تقویٰ سچا ہو ہی نہیں سکتا اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اطاعت نہ ہو۔ تو تقویٰ تو ایک اندر کا معاملہ ہے۔ تقویٰ کے آثار باہر کیسے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اطاعت کے رنگ میں دکھائی دیتے ہیں۔

پس تقویٰ بذات خود ایک لباس نہیں ہے مگر اس کا لباس اطاعت ہے جو اطاعت کے رنگ میں ابھرتا ہے اور دکھائی دیتا ہے۔ یہ اس لئے سمجھنا ضروری ہے ورنہ تو کہہ دیتے ہیں کہ تقویٰ ہے۔ اندر ہوگا مگر وہ لباس کیسے ہوگا اگر دکھائی نہ دے۔ لباس تو وہ چیز ہے جو بدن کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور بیرونی آنکھ کو بھی دکھائی دیتا ہے۔ پس اندر کا تقویٰ، جو بدن اس لباس کے اندر ہے وہ تو لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں لباس دکھائی دیتا ہے۔ وہ لباس کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ میری اطاعت ہے۔ تو میری اطاعت کرو گے تو دنیا کو تمہارا تقویٰ دکھائی دے گا۔ پھر مختصر نصیحت فرمائی جس کی تفصیل یہاں بیان نہیں ہوئی۔ مگر یہ بنیادی مرکزی باتیں ہیں جو اس روایت نے محفوظ کی ہیں۔

پھر آپ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور جو عورتوں کو نصیحت فرمائی اس میں کچھ نسبتاً زیادہ تفصیل بیان کی گئی ہے۔ "صدقہ دیا کرو۔ ورنہ تم اکثر جہنم کا ایندھن بننے والی ہو" یہ جو اکثر کا لفظ ہے یہ بہت ہی ڈرانے والا ہے۔ تو

عورتوں کو جب یہ کہا کہ تم صدقہ دیا کرو ورنہ اکثر تم جہنم کا ایندھن بننے والی ہو تو اس پر ایک سرخی مائل سیاہ رنگ خاتون اٹھیں جو ان میں سے بلند رتبہ معلوم ہوتی تھیں، یعنی کسی ایسے قبیلے سے آئی تھیں جن کا رنگ سیاہی مائل بھی تھا اور اس میں سرخی بھی جھلکتی تھی تو وہ اٹھیں اور سرواری کے آثار ان سے ظاہر تھے، انہوں نے عرض کیا "کیوں یا رسول اللہ، ہم کیوں جہنم کا ایندھن بنائی جائیں گی؟" فرمایا "اس لئے کہ تم شکوے شکایت بہت کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو"۔

یہ جو ہے شکوے شکایت کرنا، ایک تو پیار اور محبت سے شکوے تو ہوتے ہی ہیں۔ اس لئے شکوے تو جہنم میں نہیں لے جاتے۔ مگر ایک ایسی عادت ہے جو بدقسمتی سے خواتین میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عمر بھر ان سے پیار کا سلوک کیا جائے اگر کسی جگہ بے احتیاطی ہو جائے تو بعض دفعہ کہتی ہیں کہ ساری عمر تمہارے سے ہم نے سکھ دیکھا ہی نہیں۔ تم تو ہو ہی ایسے۔ عمر بھر تم نے ہمیں تنگی میں ہی رکھا ہے۔ یہ جو فقرہ ہے یہ عام ہے اور مردوں میں یہ بہت کم دکھائی دے گا۔ عورتوں کی نزاکت جو طبیعت کی ہے اس میں یہ کمزوری داخل ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بہت درست فرمارہے ہیں مگر محض یہ بات جہنم کا ایندھن بنانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس کے پیچھے ایک اور بات بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" جس نے بندوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ پس غور کی بات ہے یہ تو نہیں کہ گھر میں عورتوں نے شکوے کئے تو سیدھی جہنم میں چلی جائیں۔ مراد یہ ہے کہ اس مضمون کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دوسری نصائح کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو بات خوب کھل جاتی ہے کہ انسانوں کی ناشکری ایک بہت ہی بری عادت ہے اور ایک ایسی عادت ہے جو خدا کی ناشکری تک پہنچا دیتی ہے۔ اور جو خدا کا ناشکرا ہو اس کے لئے تو جہنم ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ بیان فرما کر جو اس کا حل بتایا وہ بھی اسی مضمون کو خوب کھول رہا ہے، مزید روشن کر رہا ہے۔ فرمایا صدقہ دو۔ خدا کے نام پر جب انسان قربانی پیش کرتا ہے تو اس کے تشکر کا بہترین اظہار ہے۔ یہ نہیں فرمایا خاوندوں کو کچھ دو۔ صاف کھل گیا کہ محض خاوند کی ناشکری پیش نظر نہیں تھی۔ اگر خاوند کی ناشکری ہی پیش نظر ہوتی اور وہی وجہ بنتی جہنم میں پہنچانے کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہ فرماتے کہ ان کے حق مہر معاف کر دو، ان کو کچھ اور عطا کرو۔ یہ ذکر ہی کوئی نہیں۔ فرمایا خدا کی راہ میں صدقہ دو۔ کہتے ہیں جب آپؐ نے یہ فرمایا تو خواتین نے اپنے زیورات، کانٹے، بالیاں، انگوٹھیاں اتار اتار کر بلال کی چادر پر پھینکنی شروع کیں جو بلال نے اس وقت پھیلا دی تھی اور کثرت سے زیور ڈالے گئے۔ احمدی خواتین کے لئے میں اس لئے بیان نہیں کر رہا کہ وہ یہ کریں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج دنیا میں احمدی خواتین ہی ہیں جنہوں نے ان یادوں کو آج دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ دنیا بھر میں کہیں احمدی خواتین کی کوئی مثال دکھائی نہیں دے گی۔ آپ مشرق و مغرب کو چھان ماریں، چندے تو دینے والی خواتین بھی ملیں گی مگر وہ نظارے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عید کے نظارے ہیں یہ آج دنیا میں کسی نے پیش کئے ہیں تو احمدی خواتین نے پیش کئے ہیں۔ بارہا ایسا ہو چکا ہے اور کئی جو ایک دفعہ سب کچھ دے کر پھر زیور بناتی ہیں، پھر جب خدا تعالیٰ کے نام پر کوئی تحریک کی جاتی ہے پھر وہ لٹا دیتی ہیں۔ تو اس لئے میں آپ کو ڈرانے کے لئے نہیں بلکہ آپ کو خوشخبری دینے کے لئے یہ بات سنا رہا ہوں کہ اللہ کرے آپ کے جذبے ہمیشہ زندہ رہیں اور آپ تقویٰ کے زیور سے آراستہ رہیں۔

اور جہاں آپ خدا کی راہ میں اظہار تشکر کے طور پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے زیور دیتی ہیں وہاں یاد رکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پہلی بات بھی آپ کے حق میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوتی ہے کہ تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ ہی زیور ہے، تقویٰ ہی حقیقی رونق ہے۔ جو ہاتھ اللہ کی خاطر خالی ہوئے ہوں وہ خدا کی نظر میں تو بہت سج جاتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کی خاطر جو بھوکا رہتا ہے، مونہہ بند رکھتا ہے، اس کی بو بھی اللہ کو پیاری لگتی ہے۔ تو وہ ہاتھ خدا کی نظر میں بہت ہی خوبصورت اور پررونق دکھائی دیتے ہیں جو خدا کی خاطر خالی ہوں۔ مگر یہ مراد نہیں ہے کہ عورتیں ہمیشہ زیور سے خالی ہو جائیں کیونکہ زیور عورت کا ایک حصہ قرار دیا گیا۔ اور قرآن کریم نے زیور اور عورت کے مضمون کو اکٹھا باندھا ہے۔ "حلیۃ" میں پلنے والی چیز ہے۔ اس لئے ہرگز یہ مراد نہیں کہ زیور چھوڑ ہی بیٹھو، کچھ اپنے لئے نہ بناؤ، کچھ اپنے لئے نہ رکھو۔ مراد یہ ہے کہ جب بھی توفیق ملے تو اس زیور میں سے خدا کے نام پر کچھ نکالا کرو۔ اور کچھ نہیں تو ایک یہ بھی صدقہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنی غریب بہنوں کو، غریب بچیوں کو ان کی شادی کے موقع پر اگر اپنے زیور میں سے کچھ مستقل نہیں دے سکتیں تو عاریتاً دے دیا کرو۔ اور کچھ دیر وہ بھی پہن لیں، کچھ دیر ان کی زیور کی تمنا بھی پوری ہو جائے۔ یہ جو کچھ دینا ہے یہ دراصل حقیقت میں زندگی بھر کی خوشی دینے والی بات ہے کیونکہ عورتیں بھی کہاں زیور ہر روز پہنے پھرتی ہیں۔ ایک آدھ چوڑی لے لی، ایک آدھ بندہ پہن لیا، چند گنتی کے ایسے زیور ہیں جنہیں وہ روزمرہ استعمال کرتی ہیں۔ اور آج کل تو مصنوعی زیور بھی ایسے بن گئے ہیں کہ کوئی پوچھنے والی پوچھے تو پتہ چلے گا کہ اصلی ہیں کہ مصنوعی۔ ورنہ غریبانہ پہنچ میں بھی سجاوٹ کی روزمرہ کی چیزیں آچکی ہیں۔ تو مراد یہ ہے کہ اگر ایک انسان کسی کو شادی کے موقع پر کسی اچھے موقع پر اپنا زیور دے دے خواہ عارضی دے تو چند موقعے جو زندگی کے ہوتے ہیں جس میں امیر بھی پہنتی ہیں ان میں غریب بھی پہن لیں گی۔ اور وہ بھی اس خوشی میں ساتھ شامل ہو جائیں گی۔ تو اس کے لئے دراصل یہ عارضی خوشی بھی ایک دائمی خوشی کا رنگ رکھتی ہے۔ موقعوں پر ہی تو ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم نے موقع محل کی مناسبت سے عارضی طور پر عورتوں کو نصیحت فرمائی کہ اپنا کچھ دے دیا کرو۔ خواہ بعد میں واپس لے لو۔ وہاں حدیث میں خواہ بعد میں واپس لینے کا لفظ تو نہیں ہے لیکن انداز یہ ہے کہ جیسے وقتی طور پر تمہاری بہن کو ضرورت پڑی ہے تو کچھ اس کی ضرورت بھی پوری کر دیا کرو۔ تو فرمایا کہ تم شکوے بہت کرتی ہو اور شکوے کا حل کیا بتایا، اس مصیبت سے نکلنے کا حل۔ فرمایا خدا کی راہ میں صدقہ دیا کرو۔ یہی روایت سنن نسائی کتاب صلواۃ العیدین میں بھی ہے اور باب قیام الامام فی الخطبۃ میں بھی یہی روایت درج ہے۔

ایک اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا عید منانے کا طریق صحیح بخاری کتاب العیدین میں یوں بیان ہوا ہے۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے نماز پڑھاتے پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے۔ آپ انہیں نصائح فرماتے، اچھے کاموں کا حکم دیتے اور دیگر اوامر سے مطلع فرماتے۔ اگر آپ کوئی لشکر بھجوانا چاہتے تو اسے بھجوانے کا اعلان فرماتے۔ یعنی عید والے دن میں چونکہ کثرت سے لوگ اکٹھے ہوتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ اب اس مہم پر اسلام کا ایک لشکر جانے والا ہے جو شامل ہونا چاہتا ہے شامل ہو۔ اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم احکامات دیا کرتے تھے عموماً اس موقع پر ان کی دوبارہ تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد پھر آپ واپس تشریف لے جاتے۔

پس ایک جگہ خواتین کے پاس جانے کا ذکر ہے عید کے بعد۔ دوسری جگہ یہ ہے واپس تشریف لے جاتے۔ مختلف لوگوں نے مختلف صورتوں میں دیکھا ہے اور عید چونکہ اس زمانے میں بھی، اب بھی بہت پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور کثرت سے لوگ آتے ہیں اس لئے ضروری نہیں کہ ہر شخص ہر چیز پوری دیکھ لے۔ جو قریب ہے وہ زیادہ دیکھ لیتا ہے جو دور ہے وہ نسبتاً کم دیکھتا ہے۔

عید کے بعد کے جو مناظر ہیں وہ بھی روایات میں محفوظ ہیں۔ سارے تو نہیں مگر کچھ نہ کچھ ایسے دلکش نظارے ہیں جو آپ کے سامنے اس وقت رکھتا ہوں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ عید کا دن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میرے پاس دو بچیاں جنگ بعاث کے واقعات پر مشتمل گیت گا رہی تھیں۔ عربوں کے روایتی گیت تھے اور اس کے ساتھ کچھ میوزک انسٹرومنٹ۔ (Music Instruments) تھے جن کے ساتھ وہ گا رہی تھیں۔ یعنی وہ جیسے مضراب وغیرہ یا ساز ہیں یہ تفصیل بیان نہیں ہوئی کیا تھے لیکن کچھ ساز ایسے تھے جو عربوں میں رائج تھے وہ بھی ساتھ بجا رہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تشریف لائے، مونہہ دوسری طرف کر کے لیٹ گئے اور سنتے رہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت ابو بکر آئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انہوں نے مجھے ڈانٹا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شیطانی آلات بجائے جا رہے ہیں۔ اب یہ جو لفظ ہے "شیطانی آلات" اس کا اصل میں حوالہ ایک اور حدیث میں ہے۔ ایک دفعہ دور سے غالباً بنسری یا کسی اور چیز کی آواز آ رہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے دونوں انگلیاں کانوں پر رکھ کر کہا کہ یہ شیطانی آوازیں آ رہی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ شیطانی ان معنوں میں ہے کہ ہمیشہ کے لئے وہ بند ہے یا اس زمانے کے شیطانی رواجات جو ان گانوں کے ساتھ ہوا کرتے تھے، محافل ہوتی تھیں اور مختلف میلوں کے موقع پر گانے بھی گائے جاتے تھے، ساز بھی بجائے جاتے تھے اور دیگر شیطانی حرکتیں بھی کی جاتی تھیں۔ یا یہ بھی معنی ہے کہ آئندہ شیطان نے ان ہتھیاروں کو بہت کثرت سے استعمال کرنا ہے اور ساری دنیا کے معاشرے کو میوزک کے ذریعے تباہ اور ہلاک کر دیا جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کی حمد کی طرف توجہ کی بجائے انسانی فطرت ان مصنوعی نغموں میں پڑ کر ان ہی میں اپنی جان گنوا بیٹھے گی۔ یہ بھی ایک پیش گوئی کا رنگ تھا۔

مگر اس کے بر محل استعمال کے متعلق اب یہ حدیث ہے کہ جب بر محل استعمال ہو اور شاذ کے طور پر ہو، تو یہ فطرت کے خلاف نہیں ہے۔ پس حضرت ابو بکرؓ کے ذہن میں غالباً ایسی ہی باتیں ہونگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے یہ کہنا صاف بتا رہا ہے کہ آپ نے یہ اندازہ لگایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم طبیعت کے لحاظ سے بہت شرمیلے ہیں اور کسی کی دل شکنی کے ہر موقعے سے احتراز فرماتے ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ناپسند تو کر رہے ہوں اور چونکہ منہ دوسری طرف تھا اس سے شاید یہ اندازہ لگایا ہو کہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے اور عائشہ کو سمجھ نہیں آئی۔

لیکن اس میں ایک اور پہلو بھی ہے کہ اگر شرعاً ناجائز سمجھتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طبیعت کی حیا کبھی بھی اس بات میں مانع نہیں بنی۔ ایک پسند ناپسند کی بات، ہلکے انداز کا قصور جو لمم سے ملتا جلتا ہو یہ اور بات ہے مگر لمم نہیں لمم سے ملتا جلتا ہو اس کے قریب تر مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے آپ کے گھر میں آپ کی زوجہ مبارکہ شریعت کی خلاف ورزی کر رہی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف منہ دوسری طرف کر کے لیٹ جائیں یہ ممکن نہیں ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بھی سمجھا بہرحال اپنی بیٹی کو نصیحت کی کہ ہیں! محمدؐ رسول اللہ کے گھر میں یہ شیطانی آلات بجائے جا رہے ہیں۔ اس پر حضورؐ، ابو بکرؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا ان بچیوں کو کچھ نہ کہو۔ جب حضور کی توجہ ہٹی تو پھر میں نے اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں کہ جاؤ اب ٹھیک ہے۔ اور عید کے دن یہ عید کا دن تھا۔

اور عید ہی کے دن کہتی ہیں کہ حبشی نیزوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر یا فرماتی ہیں کہ شاید از خود، پوری طرح یاد نہیں کہ میں

نے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا یا اپنے طور پر خیال آیا اور از خود ہی مجھے فرمایا تو دیکھنا چاہتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ اس پر آپ نے مجھے اپنی اوٹ میں کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا۔ اب یہ بھی دیکھیں کہ کتنا ایک پاکیزہ نظارہ ہے۔ اور ان مولویانہ دماغ والوں کے لئے ایک سبق ہے اس میں کہ بعض تو کوئی لوگوں کے سامنے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ لے یا سیر پر جاتے ہوئے یا بعض دفعہ ائر پورٹ پر یا کسی جگہ تو مولویوں کی طبیعتیں بھڑک اٹھتی ہیں کہ دیکھو یہ کیا حرکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک حبشیوں کا نظارہ دیکھ رہے ہیں، لوگ اور بھی ہیں، اس طرف نظریں پڑتی ہونگی۔ اگرچہ مسلمانوں کی تو پڑتی ہونگی تو جھک بھی جاتی ہونگی مگر آج بھی تو مسلمان ہی ہیں جو اعتراض کرتے ہیں۔ ان کی نظریں کیوں نہیں جھک جاتیں۔ سوال یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دیکھ رہے تھے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس طرح دیکھا کہ اوپر سے سر آگے نکالا ہوا اور گال، گال سے لگا ہوا تھا۔ کہتی ہیں اس طرح مجھے کھڑا کیا رخسار پر رخسار تھا۔ آپ انہیں کہتے تھے ایک حدیث سے، دوسری حدیث سامنے آ کھڑی ہوتی ہے کہ اس طرح نہیں۔ کیونکہ وہ پیچھے گھسٹتا جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایسے جبے پہننے سے منع فرمایا ہے کہ جو امیرانہ ٹھاٹھ اسطرح رکھتے ہوں کہ جس طرح پیچھے ایک لباس بعض دفعہ یہاں شاہی خاندان میں رواج تھا کہ ملکہ کے لباس کے پیچھے اتنا بڑا کپڑا پیچھے سرکتا آتا تھا کہ اس کو کئی خواتین جو خود معزز ہوا کرتی تھیں وہ دم کی طرح پیچھے اٹھائے پھرتی تھیں اور یہ ملکہ کی شان تھی۔ تو شانیں جب بڑھ جاتی ہیں تو وہ اس قسم کے تمسخر انگیز، تمسخر آمیز نظارے پیدا کر دیتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے چونکہ یہ پسند نہیں فرمایا اس لئے میں نکال کے لایا، جب پہنا تو میں نے کہا اب تو مشکل ہے مجبوری ہو گئی ہے اس لئے اتار آیا ہوں۔ لیکن نیت چونکہ تھی اس سنت کو پورا کرنے کی اس لئے امید رکھتا ہوں کہ اللہ کے ہاں میں یہ سنت کا پورا کرنے والا ہی شمار ہونگا۔

لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بعض دفعہ ایک حدیث دوسری حدیث کے مقابل پر کھڑی ہو جاتی ہے اور ایک کو غلبہ ہے دوسری اس کے مقابل پر مغلوب ہے۔ اس کی ایک اور مثال احادیث ہی میں سے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں یعنی ایک اور اسی جبے کے تعلق میں۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے ایک بہت ہی خوبصورت جبہ جو ریشم کا تھا وہ لیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ بروز عید نیز وفود جب آیا کریں گے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جبہ پہن کر آیا کریں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ان کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں یعنی ریشم کا لباس مردوں کو زیب نہیں دیتا۔ اور اگر مرد ریشمی لباس پہنیں گے تو پھر ان کا آخرت کے لباس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ تو اس طرح یہ متضاد حدیثیں نہیں ہیں۔ ایک غالب ہے اپنے عمومی حکم کی وجہ سے، ایک مغلوب ہے اپنے خاص دائرے سے تعلق رکھنے والی ہے۔ اب عورتوں کے لئے حرام نہیں ہے مردوں کے لئے منع ہے۔

اب وہ جو مردوں والی حدیث ہے یہ غالب ہے۔ خوبصورت جبے پہننا جائز ہے مگر ریشم کا نہ ہو یا اس پر حقیقتاً سونے کا کام نہ ہو۔ پس اس طرح استنباط ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جبے پہنے اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ ایسے خوبصورت جبے تھے بعض دفعہ ایسے دلکش تھے کہ ایک روای بیان کرتے ہیں کہ چاندنی رات تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم باہر نکلے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی محمدؐ رسول اللہ کو۔ اتنے خوبصورت دکھائی دے رہے تھے کہ چاند پھیکا پڑ چکا تھا۔ کوئی اس کی حیثیت نہیں تھی تو زینت مومن کی شان کے خلاف نہیں مگر وہ زینت جو تقویٰ کے دائرے میں ہو جس پر لباس التقویٰ کا اطلاق بھی ہو سکے۔ لباس التقویٰ کو چھوڑ کر پھر کوئی زینت، زینت نہیں رہتی۔

☆ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدل جایا کرتے تھے عید کے لئے کیونکہ عید کی جگہ اکثر باہر ہوا کرتی تھی اس لئے وہاں تک جانے کے لئے سواری بھی استعمال ہو سکتی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ عید کے لئے پیدل جائیں۔ اور بچپن میں قادیان میں مجھے یاد ہے جب عید گاہ وہاں ایک مقبرہ تھا پرانا، اس کے قریب کھلے میدان میں ہوا کرتی تھی تو وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیدل جایا کرتے تھے اور ہم سارے پیچھے دوڑتے پھرتے تھے۔ کافی لمبا جلوس بن جایا کرتا تھا۔ اور اسی طرح واپس بھی پیدل ہی آتے تھے اور واپسی پہ رستے بدل لیا کرتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہی طریق تھا۔ چنانچہ محمد بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیدل جاتے۔ جس رستے سے جاتے اس سے مختلف رستے سے واپس آیا کرتے تھے۔ یعنی ایک جانے کا رستہ کچھ حصہ اس کا مشترک ہو بھی تو پھر کاٹ کر دوسری طرف سے آیا جائے تو یہ دو رستے بن جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب مجھے جاتی دفعہ پرلی طرف سے جانا پڑے گا۔ پہرے دار یہاں نہ کھڑے ہوں، بڑا دروازہ دوسرا کھولیں۔

اے بنی ارفدہ اپنا کھیل جاری رکھو۔ وہ رکتے رہے تو فرمایا نہیں جاری رکھو، جاری رکھو یہاں تک کہ جب میں تھک گئی تو آپؐ نے فرمایا کافی ہے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا چلی جاؤ۔ تو یہ ایک عید منانے کا انداز تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عید کے بعد وقت گزارا اس کا ایک نظارہ ہے۔

☆ سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو ان کے دو دن وہ ہر سال منایا کرتے تھے۔ یعنی مدینے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تشریف لائے ہیں تو اہل مدینہ کی بھی دو عیدیں ہوا کرتی تھیں۔ گو وہ اسلامی عیدیں نہیں تھیں مگر اور دن تھے سال میں اس میں وہ کھیلتے کودتے اور دل بہلانے کے سامان کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

نے فرمایا کہ اللہ نے ان کے بدلے تمہارے لئے بہترین دن مقرر فرما دئے ہیں۔ یعنی یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر۔ یہی روایت سنن النسائی کی کتاب صلوٰۃ العیدین میں بھی موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ کتاب اقامت الصلوٰۃ میں لکھا ہے، مغیرہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ ایاز الاشعری عید کے موقع پر الانبار تشریف لے گئے۔ الانبار ایک جگہ کا نام ہے، اور فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ دف کے ساتھ گیت نہیں گاتے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گائے جاتے تھے۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت تو یہ ہے کہ گھر میں یہ واقعہ ہوا لیکن اس کی خبر پھیلی ہوگی ضرور اور صحابہ میں بھی ہی رواج ہوا کہ عید کے دن اس زمانے کی جیسی بھی سادہ پاک میوزک تھی اس کے اوپر وہ دف پہ خواتین گھر میں گاتیں اور خوشیوں کے دن گانوں کے ساتھ منائے جاتے تھے۔

بخاری کتاب العیدین میں ہے، حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نے ایک بار نماز پڑھائی اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ آپ اس وقت حضرت بلال کے کندھے کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ یہ روایت بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جو زندگی کا آخری حصہ تھا جس میں جسم میں کمزوری واقع ہو چکی تھی۔ حضرت بلالؓ نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا جس میں عورتیں صدقات ڈالتی جا رہی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا لباس، نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عید کے دن یمنی منقش چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے یہ بھی حدیث ہے جس کی روایت حضرت امام شافعی کی کتاب ام الکتاب صلوٰۃ العیدین میں ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ایک دوست جو مشرق وسطیٰ سے ہو کے آئے تھے وہ میرے لئے ایک دو جبے لے آئے تھے۔ اور پہلے میں نے چونکہ بعض دفعہ پہنے تھے اس لئے ان کا اصرار تھا کہ خواہ ایک دفعہ پہنیں لیکن لوگوں میں یہ جبے پہن کر آئیں۔ تو پہلے تو میرا ارادہ نہیں تھا کیونکہ ذاتی طور پر جبہ پہننا میرے مزاج کے خلاف ہے۔ بعض دفعہ لوگوں کی خاطر پہنے اور اس پر پھر اتنے اصرار شروع ہوئے کہ مجبوراً لوگوں کی خاطر ایک سے زائد دفعہ بھی پہننا پڑا۔ لیکن گرمیوں کے بعض دنوں میں میں نے ویسے بھی اس میں آرام محسوس کیا، کیونکہ تنگ کپڑے جو بدن سے چمٹے ہوں زیادہ گرمی میں تکلیف دیتے ہیں۔ تو پھر اس وجہ سے کہ وہ سہولت کا لباس ہے اس سے بھی زیادہ کچھ دن پہنا مگر پھر ترک کر دیا۔ کیونکہ میری عادت نہیں ہے۔

کل سوچ رہا تھا کہ اس کو پہنوں لیکن طبیعت مائل نہیں تھی پھر جب یہ روایت سامنے آئی تو میں نے کہا آج تو پہننا چاہئے مگر وہ ان بے چاروں کی قسمت ایسی ہے آج نہیں ہو سکتی یہ بات۔ وہ جبہ اتنا بڑا تھا، اتنا لمبا تھا کہ ایک دوسری حدیث کے مضمون سے ٹکرا رہا تھا۔ تو بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے۔ ایک نیکی کی نیت کریں ایک حدیث سے، دوسری حدیث سامنے آ کھڑی ہوتی ہے کہ اس طرح نہیں۔ کیونکہ وہ پیچھے گھسٹتا جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایسے جبے پہننے سے منع فرمایا ہے کہ جو امیرانہ ٹھاٹھ اسطرح رکھتے ہوں کہ جس طرح پیچھے ایک لباس بعض دفعہ یہاں شاہی خاندان میں رواج تھا کہ ملکہ کے لباس کے پیچھے اتنا بڑا کپڑا پیچھے سرکتا آتا تھا کہ اس کو کئی خواتین جو خود معزز ہوا کرتی تھیں وہ دم کی طرح پیچھے اٹھائے پھرتی تھیں اور یہ ملکہ کی شان تھی۔ تو شانیں جب بڑھ جاتی ہیں تو وہ اس قسم کے تمسخر انگیز، تمسخر آمیز نظارے پیدا کر دیتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے چونکہ یہ پسند نہیں فرمایا اس لئے میں نکال کے لایا، جب پہنا تو میں نے کہا اب تو مشکل ہے مجبوری ہو گئی ہے اس لئے اتار آیا ہوں۔ لیکن نیت چونکہ تھی اس سنت کو پورا کرنے کی اس لئے امید رکھتا ہوں کہ اللہ کے ہاں میں یہ سنت کا پورا کرنے والا ہی شمار ہونگا۔

لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بعض دفعہ ایک حدیث دوسری حدیث کے مقابل پر کھڑی ہو جاتی ہے اور ایک کو غلبہ ہے دوسری اس کے مقابل پر مغلوب ہے۔ اس کی ایک اور مثال احادیث ہی میں سے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں یعنی ایک اور اسی جبے کے تعلق میں۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے ایک بہت ہی خوبصورت جبہ جو ریشم کا تھا وہ لیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ بروز عید نیز وفود جب آیا کریں گے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جبہ پہن کر آیا کریں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ان کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں یعنی ریشم کا لباس مردوں کو زیب نہیں دیتا۔ اور اگر مرد ریشمی لباس پہنیں گے تو پھر ان کا آخرت کے لباس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ تو اس طرح یہ متضاد حدیثیں نہیں ہیں۔ ایک غالب ہے اپنے عمومی حکم کی وجہ سے، ایک مغلوب ہے اپنے خاص دائرے سے تعلق رکھنے والی ہے۔ اب عورتوں کے لئے حرام نہیں ہے مردوں کے لئے منع ہے۔

اب وہ جو مردوں والی حدیث ہے یہ غالب ہے۔ خوبصورت جبے پہننا جائز ہے مگر ریشم کا نہ ہو یا اس پر حقیقتاً سونے کا کام نہ ہو۔ پس اس طرح استنباط ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جبے پہنے اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ ایسے خوبصورت جبے تھے بعض دفعہ ایسے دلکش تھے کہ ایک روای بیان کرتے ہیں کہ چاندنی رات تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم باہر نکلے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی محمدؐ رسول اللہ کو۔ اتنے خوبصورت دکھائی دے رہے تھے کہ چاند پھیکا پڑ چکا تھا۔ کوئی اس کی حیثیت نہیں تھی تو زینت مومن کی شان کے خلاف نہیں مگر وہ زینت جو تقویٰ کے دائرے میں ہو جس پر لباس التقویٰ کا اطلاق بھی ہو سکے۔ لباس التقویٰ کو چھوڑ کر پھر کوئی زینت، زینت نہیں رہتی۔

☆ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدل جایا کرتے تھے عید کے لئے کیونکہ عید کی جگہ اکثر باہر ہوا کرتی تھی اس لئے وہاں تک جانے

کے لئے سواری بھی استعمال ہو سکتی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ عید کے لئے پیدل جائیں۔ اور بچپن میں قادیان میں مجھے یاد ہے جب عیدگاہ وہاں ایک مقبرہ تھا پرانا، اس کے قریب کھلے میدان میں ہوا کرتی تھی تو وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیدل جایا کرتے تھے اور ہم سارے پیچھے دوڑتے پھرتے تھے۔ کافی لمبا جلوس بن جایا کرتا تھا۔ اور اسی طرح واپس بھی پیدل ہی آتے تھے اور واپسی پہ رستے بدل لیا کرتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہی طریق تھا۔ چنانچہ محمد بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیدل جاتے۔ جس رستے سے جاتے اس سے مختلف رستے سے واپس آیا کرتے تھے۔ یعنی ایک جانے کا رستہ کچھ حصہ اس کا مشترک ہو بھی تو پھر کاٹ کر دوسری طرف سے آیا جائے تو یہ دو رستے بن جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب مجھے جاتی دفعہ پرلی طرف سے جانا پڑے گا۔ پہرے دار یہاں نہ کھڑے ہوں، بڑا دروازہ دوسرا کھولیں۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور بخاری میں ہے کہ عید کے دن آنے اور جانے کے لئے الگ الگ رستے اختیار فرماتے یہ وہی روایت ہے جو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ بخاری کتاب العیدین۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت یہ تھی کہ جسے ہم چھوٹی عید یعنی عیدالفطر کہتے ہیں۔ اس میں ضرور جانے سے پہلے کچھ کھایا کرتے تھے اور وہ جو قربانی کی عید ہے اس میں جانے سے پہلے کچھ نہیں کھاتے تھے اور عموماً عید تک کا روزہ بن جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اسی قربانی کے گوشت میں سے کچھ کھانا چاہتے تھے جو خدا کے حضور پیش کرنا ہوتا تھا۔ پس جن لوگوں نے اس دن قربانی دینی ہو ان کے لئے یہی اعلیٰ طریق ہے کہ وہ قربانی جب اگر اتنے وقت میں ممکن ہے کہ ذبح ہو جائے اور کچھ کھایا جا سکے کیونکہ مشقت میں پڑنا مراد نہیں ہے عید والے دن۔ صبح عید جلدی بھی ہو جایا کرتی تھی اس زمانے میں اور عادتیں اس قسم کی نہیں تھیں جیسے آج کل کے زمانے میں ہیں کہ صبح اٹھ کر چائے کی پیالی نہ پیئیں تو سارا دن سردرد میں مبتلا رہیں۔ تو اس لئے اس سادہ دور میں یہ بات مشقت کا مظہر نہیں ہے بلکہ ایک سنت ہے محبت کے نتیجے میں جو قربانی خدا کے حضور پیش کرنی ہے اسی میں سے کچھ کھایا جائے اور جنہوں نے نہیں کرنی ان کا یہ مطلب تو نہیں کہ تین دن بعد قربانی کریں تو تین دن بھوکے رہیں۔ اس لئے استنباط موقع اور محل کے مطابق کیا جاتا ہے۔ بہرحال اس عید پر تو یہ ثابت ہے کہ ہمیشہ جانے سے پہلے کچھ کھایا کرتے تھے اور اس روایت میں ہے کہ کھجوریں پسند فرماتے تھے کہ عید سے پہلے چند کھجوریں کھا لیتے تھے اور راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کھجوریں طاق مقدار میں ہوتی تھیں، جفت نہیں ہوتی تھیں۔ یعنی ایک یا تین یا پانچ یا سات یا نو جتنی بھی ہوتی تھیں آپ طاق تعداد میں کھایا کرتے تھے۔ کیونکہ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ خدا ایک ہے اس لئے طاق سے محبت کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیشہ طاق کا خیال رکھا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نمازیں بھی دیکھیں طاق بنا دیں۔ فرائض میں مغرب کی تین رکعتوں نے سارے فرائض کو طاق کر دیا۔ نوافل میں وتر کی تین رکعتوں نے سارے نوافل کو طاق کر دیا۔ تو یہ مضمون ہے مگر بنیادی طور پر محبت کا مضمون ہے۔ کوئی منطقی فلسفے کی بات نہیں ہے ورنہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں، جوڑا جوڑا کیوں بنایا۔ خدا نے ہر چیز کو جوڑا بنایا۔ اس لئے یہ بحثیں اگر اس طرح آگے چلائی جائیں تو لغو باتیں بن جائیں گی۔ جوڑا جوڑا ہی بنایا ہے مگر بعض حالات میں جہاں طاق کا مضمون اطلاق پاتا ہے وہاں طاق اچھا لگتا ہے۔ بس اس سے زیادہ اس میں ضرورت سے بڑھ کر تردد و تفحص کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر پڑھنے گھر سے نکلے تو آپ نے دو رکعت نماز عید پڑھائی اور دو رکعت عید سے پہلے اور بعد میں کوئی نفل ادا نہیں کیا۔ اس لئے یہ بھی یاد رکھیں کہ عید سے پہلے اور بعد نوافل کا کوئی رواج نہیں ہے اور صرف دو رکعتیں عید ہی ہیں جو اس دن کا نفل ہیں یا اس دن کے پہلے حصے کا نفل ہیں۔

☆ ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روز نوجوان لڑکیوں کو بھی عید پر آنے کی تاکید کرنے کا اعلان فرمایا۔ یعنی ان کو حکم دیا کہ یہ اعلان کر دو کہ نوجوان بچیاں بھی آئیں۔ اور جنہوں نے شرعاً نماز نہیں پڑھنی وہ بھی آئیں۔ اور وہ نماز نہ پڑھیں مگر عید کی دوسری تقریبات میں شامل ہوں۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ وہ جو چادریں اوڑھے ہوتی ہیں، چادر اوڑھنے والایاں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم چونکہ چادر اوڑھتی ہیں، ہمارا پردہ سخت ہے، ہمیں جانے کا حکم نہیں۔ فرمایا چادر والیاں بھی آئیں اور ہم سب دعا میں شامل ہوں۔ یہ مقصد تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بعض ایسی ہیں، جو پردہ دار ہیں، شرم رکھتی ہیں یعنی ان معنوں میں کہ ان کے پاس چادر کوئی نہیں ہے، وہ کیا کریں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسری عورت اپنی بہن کو اپنی اوڑھنی پہنا دیا کرے یہ تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ تو وہ جو میں نے پہلے ضمناً ذکر کیا تھا وہ یہی حدیث ہے کہ وقتی طور پر جب خوشیوں کے موقعے ہوں تو اپنی غریب بہنوں کی ضرورت پر خود نظر رکھنی چاہئے۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ اپنی امیر بہنوں سے مانگ لیا کریں۔ دیکھیں کیسی صاف بات ہے۔ فرمایا ہے جو دیکھنے والی عورتیں ہیں وہ دیا کریں ان کو، نہ کہ وہ بے چاریاں مانگتی پھریں۔

جہاں تک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عید کا تعلق ہے وہ بعینہ اسی طرح ہوتی تھی جیسا کہ احادیث میں ذکر ملتا ہے۔ اور وہی عید وراثتاً ہم لوگوں نے بھی پائی۔ ان معنوں میں کہ ان صحابہؓ کو بھی دیکھا جن میں کبار بھی شامل تھے۔ بعد میں آنے والے صحابہ بھی تھے اور حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں بھی عیدیں پڑھتے دیکھا، عیدیں مناتے دیکھا۔ یہی رنگ تھا عیدوں کا جو اس زمانے میں بھی جاری رہا۔ کچھ کھیل کود بھی ہو جایا کرتی تھی، کچھ

میچز (Matches) ہو جایا کرتے تھے اور خوشیوں کے طریق اور بچے مل کے گاتے تھے۔ تو یہ عیدیں جو ہیں اسی طرح ابھی بھی جاری کرنی چاہئیں۔ اور وہ بات جو میں نے کہی تھی کہ اپنے غریب بھائیوں کی اور بہنوں کی خوشیوں میں بھی شامل ہوں۔ اس کا اس حدیث سے استنباط ہوتا ہے کہ جس کے پاس چادر نہیں اس کو چادر دیں۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ دے کے واپس لے لیں لیکن انداز ایسا ہے کہ گویا عارضی طور پر دے دیں۔ عارضی طور پر بھی دیں تو بسا اوقات دینے والا بھی شرم محسوس کرتا ہے واپس لیتے ہوئے اور میں سمجھتا ہوں کہ احمدیوں میں یہ حیا بہت ہونی چاہئے۔ جس بہن کی ضرورت کی خاطر دیا ہے ایک دفعہ کھل گیا تو پھر حیا مانع ہو جانی چاہئے کہ وہ واپس کریں تو وہ واپس لے لیں۔ اور یہ انسانی فطرت ہے۔

☆ ایک نیکی کی توفیق ملتی ہے تو دس نیکیوں کا ثواب اس لئے بھی ملتا ہے کہ دس نیکیوں کی بھی توفیق مل جاتی ہے اور پھر وہ آگے بڑھتی چلی جاتی ہیں اس لئے یہ جو مضمون ملتا ہے کہ کہیں دس (۱۰) نیکیوں کا ثواب، کہیں سو (۱۰۰) نیکیوں کا، کہیں بے حساب، تو یہ اللہ کے بندوں کے خدا سے تعلقات کے مختلف مراحل ہیں، مختلف صورتیں ہیں جو ان کے لئے ثواب کی ترتیب دیتی ہیں۔ اگر خدا سے تعلق والا اس طرح نیکی میں بڑھے کہ ہر نیکی ایک لذت پیدا کرے اور اس کے نتیجے میں دوسری نیکیوں کی توفیق ملتی چلی جائے تو پھر اس کا ثواب بھی لامتناہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ جو حد توفیق اور حد استطاعت تک نیکیوں کو بڑھا دیتا ہے پھر اللہ اس حد پہ رکتا نہیں وہاں سے پھر بے حساب کا مضمون شروع ہوتا ہے کیونکہ وہ بندہ جو خدا کی خاطر اپنی حد تک پہنچتا ہے اس کی جزا تو یہ ہے کہ خدا اپنی حد تک پہنچے اور وہ حد بے حد ہی ہے۔ لامتناہی، جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ تو اللہ سے تعلقات قائم کرنے کے لئے ان باتوں کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔ آپ کی محدود چیز ہے وہ ڈال دیں، لامحدود میں حصہ پالیں۔ آپ کے برتن میں اگر تھوڑی گنجائش ہے تو سارا دے دیں، تا کہ خدا کا برتن جو لامحدود ہے اس میں آپ کا حصہ بن جائے۔ یہ وہ مضامین ہیں جن کا نیکی کے عدل اور احسان اور ایتاء ذی القربیٰ سے تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی روح کے مطابق دنیا میں عیدیں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ عید کی خوشی میں سب احباب کے لئے میٹھے چاول پکوائے اور اس زمانے کے سادہ معاشرے میں میٹھے چاول بھی بڑی چیز سمجھی جاتی تھی۔ وہاں عام طور پر غریبانہ زندگی تھی۔ کبھی گھر میں لوگوں کے، گڑ کے چاول پک گئے تو پک گئے یا کہیں کوئی میٹھا مل گیا یا گڑ کے ساتھ روٹی کھالی مگر میٹھے چاول جو تھے جس کو زردہ کہتے ہیں آج کل تو ایک معمول کی عام سی چیز بن گئی ہے، اس زمانے میں ایک بڑی ٹریٹ (Treat) تھی۔ تو صحابہ نے محسوس کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو بڑی خاطر کی ہے اور میٹھے چاول سب کے لئے پکوائے۔ اس وقت گیارہ بجے کے قریب راوی بیان کرتے ہیں کہ خدا کا برگزیدہ جری اللہ فی حلل الانبیاء سادہ لباس میں مگر ایک چوغہ زیب تن کئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے۔ اس موقع پر یہ الہام بہت ہی سچا ہے اور لکھنے والے نے خوب لکھا ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء کہ اللہ کا پہلوان حلل الانبیاء، انبیاء کے چوغوں میں آیا ہے۔ انبیاء کے لباس میں ملبوس ہو کے آیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم چوغہ پہنا کرتے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جو آپ کو سادہ کپڑوں میں چوغہ میسر آیا وہ چوغہ زیب تن کئے ہوئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے۔ جس قدر احباب تھے انہوں نے دوڑ کر حضرت اقدس کی دست بوسی کی اور عید کی مبارک باد پیش کی۔ یہ عیدوں کے رنگ ہیں جو انبیاء سے اور انبیاء کے عشاق سے ہم نے پائے اور انہیں کو ہمیشہ زندہ رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب عید کے موقع پر مبارک باد کا جہاں تک تعلق ہے بعض دفعہ خدا نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آپ کی جماعت کو خوش خبریاں دی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

و بشرنی ربی و قال مبشرا
ستعرف یوم العید والعید اقرب

کہ مجھے خدا نے خوش خبری دی ہے۔ وقال مبشراً اور مبشر بنتے ہوئے مجھ سے فرمایا یعنی خوش خبریاں دیتے ہوئے مجھ سے فرمایا ستعرف یوم العید کہ تو عید کا دن پہچان لے گا، جان لے گا یا اس بات کو جس کی ہم خوش خبری دے رہے ہیں تو عید کے دن معلوم کر لے گا کہ وہ کیا بات تھی۔ والعید اقرب اور ایک خوشی کی عید اس کے ساتھ ہی جڑی ہوئی ہوگی۔ یہ الہام لیکھرام کی اس موت کی صورت میں ظاہر ہوا یعنی پوری طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے سچا ثابت ہوا جو عید سے ملحقہ دن ہوئی تھی اور چونکہ الٰہی نشان کے طور پر تھی اس لئے اس کو بھی خدا نے یوم عید قرار دیا کہ والعید اقرب ایک ایسی عید ہے جو اس کے ساتھ جڑی ہوئی ہوگی۔ دوسرا اس کا میں نے ترجمہ کیا ہے۔ ستعرف یوم العید۔ کہ تم عید کا دن پہچان لوگے وہ اپنی علامتوں کے ساتھ ظاہر ہوگا اور وہ حقیقی عید ہے جو خدائی نشانات کے پورا ہونے کی عید ہے۔ پس اس عید کے لئے بھی ہمیں کوشش کرنی چاہئے اور دعائیں کرنی چاہئیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ عید جس کو ہم ہی نہیں بلکہ دنیا پہچان لے کہ ہاں اس کو عید کہتے ہیں۔ کثرت سے الٰہی نشانات پورے ہو رہے ہوں اس عید کا دن دیکھنے کی بھی توفیق عطا ہو۔

☆ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے نام مکتوب میں لکھا کہ آج رات خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ لڑکے کہتے ہیں کہ عید کل تو نہیں پرسوں ہوگی۔ اس الہام پر میں پہلے بھی کچھ گفتگو کر چکا ہوں۔ یہ جو کل اور پرسوں کا معاملہ ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ کل نہیں تو پرسوں یہ ظاہری معنے ہیں جن معنوں میں یہ بات پوری ہو سکتی ہے اطلاق پا سکتی ہے۔ مگر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہی استنباط فرمایا ہے جس کی طرف میری طبیعت بھی ہمیشہ سے مائل ہے کہ یہاں کچھ اور وعدے ہیں خوش خبری کے اور کل پرسوں کا مضمون کل اور اس کے بعد آنے والے دن

سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ایک محاورہ ہے۔ کل پرسوں کی بات ہے۔

میں نے بھی ایک دفعہ اپنے ایک شعر میں کہا تھا۔

ہم آن ملیں گے متوالو بس دیر ہے کل یا پرسوں کی

تو جو اس محاورے کو نہیں سمجھتے انہوں نے سمجھا کہ اس سال یا اگلے سال، یا اگلے سال یا اس سے اگلے سال۔ یہ کل پرسوں کی بات مراد ہے کہ جب آخر خوشیاں آ جاتی ہیں اور غم پیچھے رہ جاتے ہیں تو یہ کل پرسوں کی باتیں دکھائی دیتی ہیں پھر۔ کتنے دن دیر ہوئی۔ بس کل پرسوں کی بات تھی وہ ہو گئی پوری۔ تو یہ بھی دعا کریں کہ ہماری عید بھی کل پرسوں کی عید بن جائے۔ ان معنوں میں جن معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا نے فرمایا عید کل تو نہیں پر پرسوں ہوگی۔

پھر اس عید کی خوش خبریوں میں ایک الہام یہ ہے کہ ۹ فروری ۱۹۰۷ء کا "العید الآخر تنال منہ فتحا عظیما" کہ ایک عید ہے جو اور قسم کی عید ہے۔ دوسری عید ہے جس کے ساتھ فتح عظیم نصیب ہوگی۔ وہ حاصل ہو جائے گی جو فتح عظیم ہے۔ تو یہ جو دن ہیں یہ بڑے اہم ہیں اور دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ عید بھی ہمیں عطا کرے جس کے متعلق یہ الہام بھی اپنی پوری شان سے پورا ہو۔ یہ سال خاص برکتوں کا سال ہے۔ اس میں تو مجھے ایک ذرہ کا بھی شک نہیں۔ مگر وہ برکتیں کس طرح، کس شکل میں پوری ہونگی یہ تو تعرف یوم العید والی بات ہی ہے۔ جب وہ خدا کے وعدے پورے ہونگے تو چمکتے ہوئے سورج کے نشان کی طرح انسان پہچان لے گا پھر یہ شک کی گنجائش نہیں رہے گی کہ یہ مطلب تھا کہ وہ مطلب تھا۔

اس ضمن میں بعض دفعہ لوگ کسی ایک خوشی کو ان وعدوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ میں نے مثلاً یہ کہا تھا کہ مجھے خدا کی رحمت سے توقع ہے کہ بعد گیارہ انشاء اللہ کا الہام ان معنوں میں ہمارے لئے شاید پورا ہو اور غالباً میرا خیال ہے کہ خدا کرے تو پورا ہو کہ ہجرت کے گیارہ سال پورے ہو گئے اس کے بعد جو دور ہے وہ قریب کا دور اس میں خدا تعالیٰ کچھ نشانات ظاہر فرمائے گا۔ اس ضمن میں میں نے بعد میں ایک یہ توجیہہ بھی پیش کی کہ ایک ایسا واقعہ ہوا ہے پاکستان میں جو اگر نہ ہوتا تو اس کے عواقب ملک اور قوم کے لئے بہت ہی خطرناک ہوتے اور پاکستان کے لئے تو وہ ایک مہلک واقعہ ان معنوں میں تھا کہ اس کے اندر ہلاکت کے بیج موجود تھے۔ اگر وہ ہو جاتا تو اس کے بعد پاکستان کی ہلاکت یقینی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے روک لیا اور جماعت سے اس کا یہ تعلق ہے کہ اس واقعہ کا جماعت کے ساتھ جو انتہائی ظالمانہ سلوک کی نیتیں تھیں ان کا تعلق تھا اور جماعت کے خلاف ظلم کی نیتوں کے پردے میں فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم کے خلاف ایک سازش کی گئی تھی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پہلو سے تو وہ بات پوری ہو بھی گئی ہے۔ مگر جسے اس سے زیادہ کی توقع ہے اور میری دعا ہے کہ اس کے بعد جو دوسرے نتائج ظاہر ہوں اللہ کرے وہ جماعت کے لحاظ سے مثبت خوش خبریاں لانے والے بھی بنیں۔ یہ وہ خوش خبریاں ہیں جو ایک قسم کا منفی رنگ رکھتی ہیں یعنی خوش خبریاں منفی نہیں مگر ان کی نوعیت ایسی ہے جو اس حادثے سے بچالیا گیا۔ اس حادثے سے بچالیا گیا جیسے کہا جاتا ہے بالکل وہ حادثہ ایسا ہونے والا تھا کہ اگر ایک لحہ کی دیر ہو جاتی تو وہ شخص ہلاک ہو جاتا۔ یہ بھی ایک بڑی خوش خبری ہے مگر ایک خوش خبری یہ ہے کہ خدا نے تمہیں یہ عطا کر دیا۔ فلاں چیز عطا کر دی، فلاں چیز عطا کر دی تو اس پہلو سے کوئی بڑی عید ہمارے لئے مقدر ہونی چاہئے جو گیارہ سال کے بعد ہو۔ بعض احباب یہ لکھ رہے ہیں کہ جو ایم ٹی اے کو خدا نے نئی کامیابیاں عطا کی ہیں یہ بھی بات پوری ہو گئی۔ میں ان سے اتفاق نہیں کرتا اس لئے کہ ایم ٹی اے کی کامیابیاں بہت ہیں مگر اس کو یہ کہنا کہ بعد گیارہ کے ساتھ اس کا تعلق ہے میرا دل اس پر بالکل مطمئن نہیں۔ لکھنے والے شاید مجھے عذر مہیا کر رہے ہیں۔ وہ غالباً یہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی دشمن کہے کہ نہیں بات پوری ہوئی تو آپ یہ کہہ دینا آگے سے، تو اس طرح مجھے بچوں کی طرح سکھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی مرضی ہے اس کی مرضی پر کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ وہ چاہے گا تو جب دے گا اور جو دے گا وہ خود اپنی ذات میں ایک نشان ہوگا، بولتا ہوا نشان، چاند کی طرح روشن نشان۔ اس سے بھی بڑھ کر، سورج کی طرح روشن، اس سے بھی بڑھ کر۔

پس وہ خوش خبریاں جو خدا کی طرف سے آتی ہیں جب پوری ہوتی ہیں تو خود ظاہر کرتی ہیں اپنے پورا ہونے کو۔ ان کے لئے عذر نہیں تراشے جاتے۔ اور عذر تراشتے ہیں تو آپ گویا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ پوری تو نہیں ہوئی چلو خدا کا منہ رکھنے کی خاطر کہ اس کی بات سچی نکلی یہ باتیں پیش کر دو یہ طریق درست نہیں ہے۔ انہوں نے تو نیک نیت سے ہی لکھا ہوگا مگر میں بتا رہا ہوں کہ وہ بات جو دل کی گہرائی تک مطمئن نہ کر دے وہ سچی نہیں ہوتی اور نیکی کی تائید میں جھوٹی باتیں پیش کرنا ایک بچگانہ کھیل ہے۔ اس سے بہتر ہے دشمن ہنستا ہے تو ہنستا پھرے۔ مگر لیں گے وہی جو خدا دے گا اور ہمارا دامن ہمیشہ اس کے حضور کھلا رہے گا۔ آج نہیں تو کل دے گا۔ کل نہیں تو پرسوں دے گا۔ کل اور پرسوں کی تو بات ہے۔ مگر جب وہ دیتا ہے تو اسی طرح دیا کرتا ہے۔

دیکھو ضیاء کے زمانے میں کیا ہوا تھا۔ کتنی دیر دشمنوں نے طعنے دئے اور دیتے رہے کہ کیا کر لیا ہے، کیا بگاڑ لیا ہے۔ مگر جب خدا کی بات پوری ہوئی تو کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ آج تک اس اعجاز کا کوئی نشان دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ چند دن پہلے خدا بتا دیتا ہے کہ ہونے والا ہے واقعہ۔ اور چند دن بعد ایسا رونما ہوتا ہے کہ بعینہٖ جیسا جیسا کہ اس کے متعلق جو کچھ پہلے کہا گیا تھا وہ ساری باتیں اس ایک واقعہ کے اندر اکٹھی ہو گئیں۔ اس خدا سے توقع ہے۔ کہ کسی نفس کے بہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیں گے تو اس سے شان کا نشان لیں گے ورنہ جب وہ دے گا ٹھیک ہے، وہ نہ دے گا تب بھی ہم راضی ہیں۔ توجیہات ہیں اور اعلیٰ توقعات کے ساتھ تقویٰ کے ساتھ یہ توجیہات ہونی چاہئیں۔ اس میں نفس کے بہانوں کو شامل نہیں ہونا

چاہیئے۔

جو پہلی بات تھی وہ میں نے غور کے بعد آپ کے سامنے رکھی تھی۔ لوگوں کو اندازہ نہیں ہے کہ وہ کتنا خطرناک واقعہ تھا۔ اگر وہ ہوتا تو ہرگز پاکستان کی فوج کا مزاج مجموعی طور پر اس کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ ناممکن تھا کہ اس کے بعد خانہ جنگی شروع نہ ہو جاتی۔ اور جب ہندوستان تیار بیٹھا ہو سامنے اور بہانے ڈھونڈ رہا ہو جنگ کے تو اس وقت پاکستان کے اندر یہ فتنہ رونما ہو جانا یہ کسی پہلو سے قابل قبول نہیں تھا۔ اور جو شریعت بنائی جارہی تھی اس وقت بعض جاہلوں کی طرف سے جن کا حال یہ تھا کہ وہ معمولی دینی امتحان بھی پاس نہیں کر سکتے تھے اس کے باوجود مفتی بن بیٹھے ان کی بنائی ہوئی شریعت کو نافذ کرنے کا ارادہ تھا اور وہ شریعت جو نیک دل پاکستان کے دین سے محبت کرنے والے ہیں ان کو بھی قبول نہیں تھی۔ جس طرح ساری عورتوں سے انہوں نے سلوک کرنا تھا جس طرح ساری عورتوں کی تعلیم کے اوپر قدغن لگادی جانی تھی۔ سب لڑکیوں کے سکول کالج بند، وہاں کے داخلے ختم۔ یہ شریعت تھی ان کے دماغوں کی۔ جہالت جو عورتوں پر ٹوٹنی تھی ممکن کیسے تھا کہ سارا ملک اس مصنوعی انسانی شریعت کو برداشت کر لیتا خواہ اسلام کے نام پر ہوتی۔

تو جو باتیں میں نے کہی تھیں وہ کچھ فرضی بہانہ نہیں، بہت گہری حقیقت رکھتی ہیں۔ لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہے کہ صرف یہ ہی ہو اور ہم کہہ دیں کہ بات پوری ہو گئی۔ ایک تو ہو گئی اب آگے دیکھیں خدا کیا دکھاتا ہے۔

پس یہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ وہ عید ہمارے لئے لائے۔ "ستعرف یوم العید والعید اقرب" کہ ایک عید کے ساتھ دوسری عید ملی ہوئی ہو اور یا قریب ہو اس کے۔ اور ایک خوشخبری کے بعد خدا دوسری خوش خبری دکھائے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا۔ یہ بھی ۱۹۰۷ء کا ہے۔ ساقیا آمدن عید مبارک بادت۔ اے ساقی تجھے عید کی آمد مبارک ہو۔ اب وہ ساقی کون ہے۔ اصل ساقی تو ساقی کوثر ہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔ پس جو وہی بادہ لٹانے والے ہیں وہی بادہ تقسیم کرنے والے ہیں ان کو عید کی مبارک دی جارہی ہے۔ اور آج اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ اسی بادہ کو لے کر گھر گھر نکل کھڑی ہوئی ہے۔ مشکیزوں میں وہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فیضان کا بادہ ہے اور سب دنیا میں تقسیم کر رہی ہے اور خم پر خم لنڈھا رہی ہے۔ تو اس پہلو سے آپ سب اسی ساقی کے بنائے ہوئے وہ چھوٹے چھوٹے ساقی بن گئے ہیں جو اب دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ عید اس پہلو سے مبارک کرے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عرفان اور فیضان کا نور آپ سب دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ اور دنیا والے دو دو ہاتھ آگے کر کے پی رہے ہیں۔ یہ جو میں بات کہہ رہا ہوں اس کے پیچھے ایک لمبی تفصیل ہے۔ کس طرح خدا دلوں کو پلٹ رہا ہے، کس طرح خدا تعالیٰ رویاء کے ذریعے، بعض دفعہ کشوف کے ذریعے لوگوں کو تیار کر رہا ہے اور وہ دوڑے چلے آتے ہیں کہ ہمیں بھی کچھ دو اس فیض سے۔ پس یہ عید ہے جو ہوگی انشاء اللہ۔ دعائیں کریں کہ جلد تر ہو۔

اور پھر وہ عید ہے جو جماعت کی فتح کی ایسی عید بھی آنے والی ہے کہ جس میں دوسرے شامل ہونے سے متردد ہونگے، تکلیف محسوس کریں یا جو بھی صورت ہو، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بھی ۱۹۰۷ء کا الہام ہے۔ عید تو ہے چاہے کرو نہ کرو۔ خوشیوں کا دن تو آگیا، اب مناؤ نہ مناؤ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ مراد نہیں ہے کہ چھٹی ہے تمہیں، عید ہے چاہو تو کرو۔ ایک محاورہ ہے۔ اب تمہارے نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ عید تو آگئی۔ غلبہ تو ظاہر ہو گیا۔ اب شامل ہوتا ہے تو ہو۔ نہیں تو نہ سہی۔ تمہارے نہ ہونے سے کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔ تو اللہ کرے کہ یہ ساری عیدیں جن کا الہامات میں ذکر ہے اور ہمیں قریب آتی دکھائی دیتی ہیں ان کو جلد تر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ان عیدوں کے سانسوں میں سانس ملا کر سانس لیں۔ ان کی خوشیاں ہمارے رگ و پے میں پیوستہ ہوں۔ اللہ کرے کہ وہ رونق کے دن جو آرہے ہیں اور بڑھتے چلے جارہے ہیں ایک بھرپور بہار میں تبدیل ہو جائیں۔ ایسی بہار کہ سوکھے ہوئے پودوں کو یہ کہہ سکیں کہ بہار تو ہے چاہے مناؤ یا نہ مناؤ۔

اس ضمن میں جو بعض خوش خبریاں چھوٹی چھوٹی۔ میں نے اس لئے یہ تمہید باندھی تھی خوش خبریاں بتانے سے پہلے کہ کہیں یہ خط نہ آنے شروع ہو جائیں کہ وہ بات پوری ہو گئی بعد گیارہ، وہ اور بات ہے میں نے سمجھا دیا ہے۔ یہ جو خوش خبری ہے اس کا ایک کا تعلق تو یو۔ کے۔ (U.K.) جماعت سے ہے۔ وہ جماعت کے لئے مرکزی مسجد جس کے لئے بڑی دیر سے تمنا کی تھی اور تحریک کی جاچکی تھی۔ اب اللہ کے فضل سے اس کی کارروائی تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ الحمدللہ۔ کہتے ہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہو گیا۔ مراد یہ ہے کہ جو شرطیں زبانی طے ہونے والی تھیں وہ ہو چکی ہیں۔ جو رسمی تحریریں ہیں شاید وہ باقی ہیں۔ پس جماعت یو۔ کے۔ کو بہت بہت مبارک ہو۔

اور ان کو، شاید اکثر لوگوں کو علم نہیں کہ اس کے خلاف کیسی کیسی سازشیں کی گئی ہیں بھرپور سازشیں جماعت کے دشمنوں کی طرف سے کی گئیں یہاں تک کہ یہاں اس سارے علاقے میں جماعت کے خلاف زہر پھیلایا گیا کہ یہ تو مسیح کے دشمن ہیں تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرو گے اور ان کو اپنے اندر جگہ دو گے جو مسیح کے متعلق ایسی ایسی باتیں کرنے والے کے غلام ہیں۔ اور بھی بہت سے فتنے اٹھائے گئے۔ کرائے کے ٹٹو بلوائے گئے۔ شور مچائے گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ جب کسی عطا کا فیصلہ کر لیتا ہے تو ایسے لوگوں کو کچھ بھی توفیق نہیں ملتی۔ ساری باتیں ان کی رائیگاں گئیں اور اس کونسل کے جو کونسلرز ہیں انہوں نے سب باتیں سننے کے باوجود پہچانا کہ یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا آپ بالکل فکر نہ کریں۔ ہمیں پتہ ہے کہ حاسد لوگ ہیں۔ محض حسد کر رہے ہیں اور آپ سے بہتر اور شریف جماعت ہمیں میسر نہیں آسکتی۔ اس لئے ہماری طرف سے دروازے کھلے ہیں، شوق سے آئیں۔ ان لوگوں کی تنگ نظری کی وجہ سے اگر کچھ ہمیں شرطیں

لگانی پڑ رہی ہیں تو آپ کا ہمارے ساتھ جب رابطہ بڑھے گا اور سب لوگ دیکھیں گے اور آپ کو پہچانیں گے اور آپ کے اخلاق سے متاثر ہونگے تو پھر پابندیاں بھی آہستہ آہستہ اللہ کے فضل کے ساتھ دور ہو جائیں گی۔ تو ان چند شرائط کے ساتھ جن کا میں نے ذکر کیا ہے ہم نے اس بات کو قبول کر لیا ہے۔

انشاء اللہ اب آئندہ اس کی تعمیر کا دور شروع ہوگا۔ جیسا کہ پہلے حصے میں جماعت نے قربانیاں دی ہیں۔ ابھی کچھ ضرورت ہے۔ باقی امید ہے امیر صاحب دورہ کریں گے U.K. کا اور ایک بلال کو بھی ساتھ لے جائیں، جھولی پھیلانے والے کو۔ اللہ توفیق دے یہ دورہ بہت کامیاب ہو اور جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو۔ پہلے میرا خیال تھا اور کچھ میں نے امیر صاحب کو امید بھی دلا دی تھی غلطی سے کہ فکر نہ کریں جو زائد ہوگا، ضرورت ہوگی وہ ہم جماعت کے مرکزی فنڈ سے دے دیں گے۔ لیکن ایم ٹی اے کی ضروریات زیادہ غالب ہیں۔ ان کا سب دنیا سے تعلق ہے اور بہت بڑے بڑے سودے ہمیں عالمی سطح پر کرنے پڑے ہیں جن کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے وقار کو، جماعت کے تعارف کو بہت بڑی تقویت حاصل ہوگی۔ اور ایسے ایسے سودے ہیں جن کے نتیجے میں انشاء اللہ امریکہ، کینیڈا اور جنوبی امریکہ کے کسی حصے تک انشاء اللہ تعالیٰ چوبیس گھنٹے اب پیغام پہنچ سکے گا۔ اور اس سلسلے میں بھی وہ آخری شرائط طے عملاً ہو چکی ہیں ان کی بعض تفاصیل رہتی ہیں مگر ایک اور فائدہ اس کا یہ ہو جائے گا کہ امریکہ ہمارے پروگرام بھی سنا سکے گا اور اپنے پروگرام بھی وہاں کے مقامی پروگرام اپنی ضرورت کے مطابق چوبیس گھنٹے کے زائد وقت میں جتنے چاہے دے سکے گا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ہماری نئی نسلوں کی ضرورتیں بہت پوری ہو جائیں گی اور امریکہ میں ایک تبلیغ عام کا ایک دور شروع ہو جائے گا۔

پس یہ بہت بڑی خوش خبری ہے لیکن اتنی بڑی خوش خبری ہونے کے باوجود میں یہ نہیں کہتا کہ بعد گیارہ کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ تھوڑا مانگ لیا تو باقی کیا کریں گے پھر۔ اس لئے ہم نے ہاتھ پھیلائے ہی رکھنا ہے کہ اللہ میاں جزاک اللہ۔ اللہ میاں کو آدمی جزاک اللہ نہیں کہہ سکتا مگر بعض دفعہ بیساختگی میں نکل جاتی ہیں ایسی باتیں۔ کہ اے اللہ تیرا بہت بہت شکریہ۔ لیکن کچھ اور چاہئے۔ ہمارا دامن وسیع ہے اور تیری رحمت بے انتہا ہے۔ اسے ایسا بھر کہ چھلکنے لگے۔ ان دعاؤں کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اس ضمن میں جنہوں نے بہت محنت کی ہے، دن رات محنت کی اور خدا کے فضل کے ساتھ ہمیں رشین ٹیلی ویژن کے چنگل سے نجات بخشنے میں بہت ہی کام کیا ہے۔ وہ اور ان کے ساتھ کام کرنے والے دو ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ان خدمات میں نمایاں حصے لے گئے اور نمایاں برکتیں پا گئے تو ان برکتوں کے خیال کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے آپ کے اس کپڑے میں سے جو ذاتی طور پر میرے حصے میں میری والدہ کی طرف سے آیا تھا اس میں سے کچھ ٹکڑا اس سند کے ساتھ کہ آپ کی نیک خدمات کے نتیجے میں یہ تبرک میں آپ کو دے رہا ہوں میں نے سوچا ہے کہ آج عید کے موقع پر ان کو دے دیا جائے تا کہ اس عید میں یہ بھی ان کی آئندہ نسلیں بھی ہمیشہ کے لئے شامل ہو جائیں۔

(رفیق) حیات صاحب نے شروع کروایا تھا۔ کام زیادہ نصیر شاہ نے کیا ہے۔ لیکن حیات صاحب اول تھے جن کے دماغ میں یہ آئیڈیا آیا تھا کہ نصیر شاہ کرے گا۔ ماشاء اللہ۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کا ٹکڑا ہے۔ یہ قمیص جو گرمیوں میں آپ ہلکی ہلکی قمیص پہنا کرتے تھے، ململی۔ یہ اس قمیص سے لیا گیا ہے جو بدن کے ساتھ چسپاں رہتی تھی اور اس زمانے میں گرمی کے دنوں میں پسینے بھی زیادہ تھے کیونکہ ٹھنڈک کے مصنوعی سامان نہیں تھے اس لئے مجھے یقین ہے کہ اس قمیص میں بارہا آپ کا پسینہ جذب ہوا ہوگا۔ اللہ مبارک کرے۔ آئیں جی سید نصیر شاہ صاحب جو ماشاء اللہ بہت عقل کے ساتھ، بہت حکمت اور پیار سے سب دنیا سے انہوں نے رابطے کئے اور جنون بنا لیا اور جب تک کامیابی نہیں ہوئی اس وقت تک رکے نہیں خدا کے فضل سے۔ بارک اللہ لکم۔ السلام علیکم۔

(اس کے بعد حضور نے تبرک دونوں احباب میں تقسیم فرمایا اور السلام علیکم کہہ کر تبرک دینے کے بعد بارک اللہ لکم کی دعا دی۔ ساتھ دوسرے احباب نے بھی مبارک باد دی اور حضور نے فرمایا)۔

آئیے اب اس کے بعد خطبہ ختم ہوگا اور ہم دعا میں شامل ہونگے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا، وہ ہمارے بھائی جو عید میں شریک ہیں۔ مختلف جگہ اس وقت، وقت عید کا یہ تو سب جگہ یکساں نہیں مگر شامیں ہیں کہیں، کہیں صبحیں ہیں ان سب کو میں مبارک باد پیش کرتا ہوں اور یہ سارے اجتماع چاہتے ہونگے کہ ہمارا ذکر بھی چلے مگر وقت کے محدود ہونے کی وجہ سے مجبوراً ہر ایک کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ مگر میری تصور کی آنکھ ان کو عید پہ آنے سے پہلے ہی سے دیکھتی رہی ہے۔ سارے Scan کرتا رہا ہوں۔ کہیں جاپان میں کبھی پہنچا، کبھی آسٹریلیا، کبھی انڈونیشیا، کبھی پاکستان، کبھی امریکہ، کبھی افریقہ تو بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں یہ عید دکھائی جا رہی ہے یا کل دکھائی جا رہی ہوگی۔ وہ سب ہمارے ساتھ شامل ہیں۔ ہم ان سب کو پھر ایک دفعہ مبارک باد دیتے ہیں۔

سب یادوں سے زیادہ درد انگیز یاد اسیران راہ مولیٰ کی ہے۔ اور وہ جن کو شہید کیا گیا، جن کے بچے بظاہر بے سہارا ہیں مگر خدا کے نظام میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام میں کوئی بے سہارا نہیں، کوئی یتیم نہیں ہے۔ اس لئے جماعت اپنے فرائض کو خدا کے فضل سے پوری طرح سرانجام دے رہی ہے۔ مگر جو دل کے معاملات ہیں وہ دل ہی کے معاملات ہیں۔ ان کے دل ہی جانتے ہیں جن کے پیارے ان کے ہاتھ سے جاتے ہیں جن کی آزادیاں چھین لی گئی ہوں تو اس پہلو سے دعاؤں کی بہت ضرورت ہے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنی رحمت سے خود ان کے دلوں

(باقی صفحہ ۵۶ پر)

"اپنی عیدوں کو غریبوں کی خدمت سے سجالیں"

پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"غریبوں کے ساتھ عید کرنے سے بہتر دنیا میں اور کوئی عید نہیں۔ خدا آپ کو غریبوں کی خدمت میں ملے گا۔ یہ ایک ایسا آزمودہ نسخہ ہے جس نے کبھی خطا نہیں کی۔ اپنی عیدوں کو غریبوں کی خدمت سے سجالیں۔ پھر آپ کی عید ایسی ہوگی جو زمینی عید نہیں رہے گی بلکہ آسمان پر بھی یہ عید کے طور پر لکھی جائے گی اور اس کی خوشیاں دائمی ہوں گی اس کی برکتیں دائمی ہوں گی۔" (19 مارچ 1993ء)

"میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو آپس میں بانٹتے ہیں ان میں غریب بھائیوں کو بھی شامل کریں...... بچوں کیلئے جو ٹافیاں اور چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے تھے وہ لیں اور بچوں سے کہیں آؤ آج ہم ایک اور قسم کی عید مناتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے ان کو عید مبارک دیں گے۔ ان کے حالات دیکھیں گے اور ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے۔ اس طرح اگر آپ غریب گھروں میں جائیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذت پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی...... وہ اتنی لذت پائیں گے کہ دنیا کے قہقہوں اور مسرتوں اور ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں میں وہ لذتیں نہیں ہوں گی۔ ان کو بے انتہا ابدی لذتیں حاصل ہوں گی یہ ہے وہ عید جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی عید ہے۔ یہ ہے وہ عید جو درحقیقت سچے مذہب کی عید ہے۔" (خطبہ عید الفطر 1983ء)

آپ سے درخواست ہے کہ ان ارشادات کو تمام خدام تک پہنچانے کا اہتمام فرمائیں۔ ان پر عمل کرنے کیلئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر کام کریں۔ بلا تمیز رنگ و نسل اور مذہب و ملت غرباء میں عید کے تحائف تقسیم کیے جائیں۔ مجلس کی سطح پر بھی بعض اشیاء سویاں، چینی وغیرہ خریدی جاسکتی ہیں اور خدام کے ذریعے مختلف گھروں میں بھجوائی جاسکتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

"چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا"

(کشتی نوح)

لغویات سے اعراض

(عبدالسمیع خان۔ ربوہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے : ﴿وَمِنَ النَّاس من یّشتری لھو الحدیث لیُضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذ ھا ھُزواً. اولئک لھم عذاب ٌ مھین﴾ (لقمان : ۷) ۔ اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنا روپیہ ضائع کر کے کھیل تماشے کی باتیں خریدتے ہیں تا کہ بغیر علم کے اللہ کے راستہ سے روکیں ۔ اور وہ اس اللہ کے راستے کو ہنسی کے قابل چیز بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے ذلت والا عذاب مقدر ہے۔

اس آیت کے پس منظر کے متعلق مفسرین اور محدثین بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی مکہ میں بڑھتی ہوئی تبلیغ کو روکنے کے لئے کفار نے متعدد منصوبے بنائے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ رسول کریم کو کاہن اور ساحر اور شاعر اور مجنون مشہور کر دیا۔ مگر نضر بن حارث نے اس منصوبہ سے اختلاف کیا اور کہا کہ جن لوگوں نے رسول کریمؐ کا پاکیزہ بچپن اور جوانی دیکھی ہے وہ ان خرافات پر یقین نہیں کریں گے۔ اسکے بعد وہ مکہ سے عراق گیا اور وہاں سے شاہان عجم کے قصے اور رستم واسفندیار کی داستانیں لا کر اس نے قصہ گوئی کی مجلسیں برپا کرنی شروع کر دیں تا کہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹے اور وہ ان کہانیوں میں کھو جائیں۔ وہ اپنے ساتھ گانے والی لونڈیاں بھی لایا اور جس کسی کے متعلق سنتا کہ وہ رسول کریم کی باتوں سے متاثر ہو رہا ہے اس پر اپنی لونڈی مسلط کر دیتا اور اسے کہتا کہ اسے خوب کھلاؤ پلاؤ اور گانا سناؤ تا کہ اس کا دل اسلام سے ہٹ جائے۔ اس طریق سے اس نے کئی بد نصیبوں کو گمراہ کیا۔ اور اسی تعلق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (الجامع لاحکام القرآن۔(علامہ قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۵۲ سورہ لقمان زیر آیت ۷۔ داراحیاء التراث العربی ۱۹۸۵ء)

امر واقعہ یہ ہے کہ کہ شیطان نے انسان کو خدا سے دور کرنے کیلئے جتنے ہتھیار ایجاد کئے ہیں ان میں سے بہت طاقتور ہتھیاروں کا ایک سلسلہ راگ رنگ، ناچ گانے اور موسیقی سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک نازک موضوع ہے۔ ایک طبقہ موسیقی کو کلیۃً حرام کہتا ہے اور دوسرا روح کی غذا قرار دیتا ہے بعد المشرقین ہے۔ اسلئے آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں متوازن گفتگو کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی فطرت کو خوش الحانی اور ترنم سے ایک خاص مناسبت ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا "لیس منامن لم یتغن بالقرآن"۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ)۔ جو شخص قرآن کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اسی حکم کے تابع پاکیزہ اشعار اور اعلیٰ ذوق پیدا کرنے والے نغمات گانے کو پسند کیا جاتا ہے۔ اور آنحضرتؐ نے شادی بیاہ عید اور دیگر خوشیوں کے موقع پر دف وغیرہ کے ساتھ اچھے اشعار پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس حد سے آگے گزرنا اور موسیقی کی پناہ میں سکون تلاش کرنا لغو میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ شوق اللہ اور اسکے رسولؐ کے حکموں کے آڑے آنے لگے تو یہی لغو پھر حرام بن جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جسکے متعلق رسول کریمؐ نے فرمایا: "بعثت بکسر المزامیر"۔ میں آلات موسیقی کو توڑنے کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور " بعثت بھدم المزامیر والطبل" مجھے موسیقی کے آلات اور طبل وغیرہ کو نیست و نابود کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا ہے۔ (تفسیر قرطبی ۔ سورہ لقمان۔ زیر آیت ۷، جلد ۱۴ صفحہ ۵۲، داراحیاء التراث العربی ۱۹۸۵ء)

اس جگہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام آرٹ کے خلاف ہے اور اسلام میں آرٹ کو ترقی دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام آرٹ اور فنون لطیفہ سے نہیں روکتا۔ البتہ ان لغویات سے روکتا ہے جو انسان کی جاودانی زندگی کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ خواہ وہ مشرکانہ تصاویر ہوں یا ناپاک اشعار جہاں تک موسیقی کا تعلق ہے اسلام انسان کے فطری ذوق کو صحیح رستوں پر ڈالتا ہے۔ اور سفلی موسیقی کے مقابل پر ایک اعلیٰ اور برتر موسیقی عطا کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عیدین اور دیگر خوشیوں کے مواقع پر ہلکی پھلکی موسیقی مثلاً دف وغیرہ کے ساتھ اشعار بھی سنے۔ مگر اس میں نہ خود منہمک ہوئے نہ اپنے صحابہ کو اس کی اجازت دی۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر ایسے لطیف احساسات رکھے گئے ہیں جو ذکر الٰہی سے لذت پاتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور خدا کے حضور رونے کی آوازیں اور پاکیزہ کلام ان احساسات کو مرتعش کرتے ہیں جبکہ مغربی موسیقی ان کیلئے زہر قاتل ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ یہ مضمون بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جو لوگ موسیقی کی تمنا کو مغربی طرز کی موسیقی کے ذریعہ تسکین دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ قومیں بسا اوقات اور اکثر صورتوں میں خدا کے ذکر کی لذت سے نا آشنا ہو جاتی ہیں۔ ان کو مادی قسم کی ایسی موسیقی کا ذریعہ حاصل ہو جاتا ہے جسکے نتیجے میں وہ لطیف آلات دبتے دبتے دب جاتے ہیں اور مرتے مرتے مر جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کے اندر اسلئے رکھے ہوئے ہیں کہ انسان ذکر الٰہی سے لذت پائے۔ ان لطیف آلات کے دبنے مرنے سے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ پھر سوائے دنیا کی چھن چھن کے اور کوئی چیز آپ کے اندر تحریک پیدا نہیں کر سکتی، آپکے اندر ارتعاش نہیں پیدا کر سکتی۔ خدا سے لاتعلق ہونے کا یہ طریق بن جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا راستہ ہے جو آپ کو روحانی لذتوں سے دور لے جا رہا ہوتا ہے۔ اور آپکے اندر روحانی لذتوں کی جو قابلیت ہے اس کو دن بدن مارتا چلا جاتا ہے۔ اسلئے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ موسیقی بالکل حرام ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہاں تو اسکے کان میں پڑے بغیر گزارہ ہی نہیں لیکن موسیقی کی تمنا اور اس میں جذب ہونا یقیناً حرام ہے۔ کیونکہ اس کے بعد پھر تم ذکر الٰہی کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔ لیکن اگر تم ذکر الٰہی کو اہمیت دو اور اس کو غالب رکھو تو پھر اِلّا اللَّمَم (یعنی معمولی غلطی۔ ناقل) کے اندر اگر کوئی ایسی باتیں آ جاتی ہیں تو ان پر اس طرح پکڑ نہیں کی جا سکتی"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ فروری ۱۹۸۷ء)

آنحضرت ﷺ ایک ایسے معاشرے میں پیدا ہوئے جو راگ رنگ اور رقص و سرود کا دلدادہ تھا۔ مگر آپ کی لطیف ترین اور نفیس ترین فطرت کو اس سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ اور اگر کبھی بھولے سے کوئی خیال آ بھی گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپ کی حفاظت کی۔ اُس زمانے میں یہ دستور تھا کہ رات کے وقت لوگ کسی مکان پر جمع ہو کر کہانیاں سناتے اور غزل کا شغل کیا کرتے تھے۔ اور ساری

ساری رات اس میں گزار دیتے تھے۔ بچپن کے شوق میں ایک دفعہ آنحضرتؐ بھی یہ تماشا دیکھنے گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ساتھی سے جو بکریاں چرانے میں آپ کا شریک تھا فرمایا تم میری بکریوں کا خیال رکھو میں ذرا شہر جاکر لوگوں کی مجلس دیکھ آؤں۔ راستے میں شادی کی کوئی تقریب تھی جہاں گانے بجانے کا کام زوروں پر تھا۔ حضور وہاں تعجب سے کھڑے ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اس لغو کام میں آپ کی شرکت پسند نہ آئی اور آپ پر فوراً نیند طاری کر دی اور صبح تک سوتے رہے یہاں تک کہ مجلس ختم ہو گئی۔ ایک دفعہ اور یہی خیال آیا مگر پھر دست غیبی نے روک دیا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال کی مدت میں صرف دو دفعہ اس قسم کی مجلس میں جانے کا ارادہ کیا مگر دونوں دفعہ روک دیا گیا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۳ از محمد بن جریر طبری۔ مطبع استقامہ قاہرہ۔ ۱۹۳۹ء)

اور پھر آپ نے اپنے صحابہ کی ایسی کایا پلٹی اور ان کے لطیف ذوق اتنے بلند کئے کہ راگ رنگ کے شیدائیوں کو موسیقی تو کجا گھنٹی کی آواز بھی گراں گزرتی تھی۔ اور اگر مجبوراً سننی ہی پڑتی تو "مَرّوا کِراما" کی تفسیر بن جاتے تھے

حضرت عائشہؓ کو راستے میں گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں ٹھہر جاؤ تاکہ وہ آواز نہ سننے پاؤں اور اگر سن لیتیں تو کہتیں تیزی سے چلو تاکہ دور نکل جائیں۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ داراحیاء التراث العربی ۱۹۸۵ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک دفعہ گانے کی آواز سنی تو تیزی سے وہاں سے گزر گئے۔ آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا "لقد اصبح ابن اُمّ عبد کریما" عبداللہ بن مسعود "مروا کراما" کے تحت عبد کریم کہلانے کے مستحق ہو گئے ہیں۔ (تفسیر قرطبی سورہ فرقان زیر آیت ۷۲، جلد ۱۳ صفحہ ۸۱ داراحیاء التراث العربی۔ ۱۹۸۵ء)

یہ وہ مقربین الٰہی کا مقام ہے جسے شریعت کی اصلاح میں سابق بالخیرات اور نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

"ان سے اس طرح نیکیاں عمل میں آتی ہیں گویا وہ ایک معمولی امر ہے اسلئے ان کی نظر میں بعض اوقات وہ امر بھی گناہ ہو جاتا ہے جو اس حد تک دوسرے اس کو نیکی سمجھتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انکی معرفت اور بصیرت بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو صوفی کہتے ہیں 'حسنات الابرار سیئات المقربین'" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۴۲)

بقیہ صفحہ ۵۳

میں جگہ بنائے، ان کو پیار دے، ان کا سہارا بنے اور ان کی جزا کا دور جلد سے جلد شروع ہو۔ وہ جن کو خوشیاں پہنچی ہیں آج کے دن زائد خوشیاں پہنچی ہیں اللہ ان خوشیوں کو بھی دائمی کر دے اور برکتیں بڑھا دے۔ وہ جن کو آج کے دن یا قریب کے دن میں غم پہنچے ہیں اللہ ان کے غم کاٹ دے اور ان کے لئے اپنی خوشیوں کے دور شروع کرے۔ ان دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اور ان سب کارکنوں کے لئے جو دن رات احمدیت کی خدمت میں مگن ہیں اور یہ جذبہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آیئے اب ہم دعا کر لیں۔

ضروری اعلان

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اس وقت لندن کے مرکزی دفاتر میں خدمت کرنے والے وکلاء اور افسران صیغہ جات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- مکرم عبدالماجد طاہر صاحب۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر
- مکرم منیرالدین شمس صاحب۔ ایڈیشنل وکیل التصنیف
- مکرم نصیر احمد قمر صاحب۔ ایڈیشنل وکیل الاشاعت اور مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل لندن
- مکرم محمد شریف اشرف صاحب۔ ایڈیشنل وکیل مال
- مکرم مبارک احمد ظفر صاحب۔ نائب ایڈیشنل وکیل مال
- مکرم مظفر احمد ملک صاحب۔ مینیجر الرقیم پریس اسلام آباد
- مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب۔ چیئرمین، ایم ٹی اے
- مکرم چوہدری رشید احمد صاحب۔ پریس سیکرٹری
- مکرم منیر احمد جاوید صاحب۔ پرائیویٹ سیکرٹری حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ان کے علاوہ شعبہ جات کے انچارج کے طور پر خدمت دے رہے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- مکرم عبدالحفیظ کھوکھر صاحب۔ انچارج شعبہ کمپیوٹر
- مکرم ڈاکٹر شمیم احمد صاحب۔ انچارج شعبہ وقف نو

اسی طرح ذیلی تنظیموں کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو آنریری اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری مقرر فرمائے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- مکرم شمیم احمد خان صاحب۔ انصاراللہ
- مکرم ہبۃ الرحمان صاحب۔ خدام الاحمدیہ
- محترمہ پروین مختار صاحبہ۔ لجنہ اماء اللہ

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیش از بیش خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

کون جانے کب تک؟

ہم میں سے کون ہے جو دوسروں کے جنازے کی خبر نہیں سنتا۔ یا کبھی نہ کبھی اسے کسی جنازے کے ساتھ قبرستان تک جانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ لیکن ہم ایسی خبریں سنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں۔ اور جنازے کے ہمراہ قبرستان تک جاتے ہیں۔ اور پھر اپنے دل سے موت کے خیال کو محو کر دیتے ہیں۔ کہتے تو یہی ہیں کہ ہر شخص نے یہاں سے چلے جانا ہے۔ یہ دنیا فانی ہے لیکن یہ چونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ کسی کا کب جانے کا وقت آ جائے گا۔ اس لئے ہم عام طور پر مطمئن رہتے ہیں کہ موت ابھی کہاں آنے لگی۔ عام طور پر جب کسی معمر آدمی کا ذکر ہو تو یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ تو گور کنارے بیٹھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معمر شخص نے اب اتنی ہی اور زندگی تو نہیں پانی جتنی اسے پہلے مل چکی ہے اور وہ گور کنارے ہی بیٹھا ہے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ گور کنارے صرف وہ شخص نہیں بیٹھا جو معمر ہے بلکہ ہر وہ شخص، ہر جاندار بلکہ ہر پیدا ہونے والا بچہ پہلے دن ہی سے گور کنارے بیٹھا ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں لاکھوں لاکھ بچے ایسے ہیں جو اپنے پہلے پانچ سال پورے نہیں کر پاتے۔ گویا کہ وہ گور کنارے ہی بیٹھے ہوتے ہیں۔ گور کنارے بیٹھنے کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ انسان اب مرا کہ مرا۔ اب اس دنیا سے گیا کہ گیا۔ اور کسی کے متعلق کب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسنے کوئی پٹہ لکھوا رکھا ہے کہ وہ اتنے سال تک اس دنیا میں رہے گا۔ لوگ چلتے پھرتے بیٹھے بٹھائے بلکہ سوتے میں بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ کچھ لوگ تو بیمار ہو کر اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کی بیماری ایسی ہوتی ہے کہ اس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ اب دل کا مرض ایسا ہے کہ بعض لوگوں کو ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا اور وہ اس دنیا سے سفر کر کے دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں اور اس واقعے سے ایک منٹ پہلے بھی کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ شخص اب جانے ہی والا ہے۔ گویا کہ اس یقین کے باوجود کہ ہر شخص نے یہاں سے چلے جانا ہے اور یہ دنیا ایک ایسا گھر ہے جسے بے بنیاد کہا جا سکتا ہے پھر بھی ہمیں یہ احساس رہتا ہے کہ کوئی آدمی جب تک بوڑھا نہ ہو مرتا نہیں۔ وہ تو گور کنارے بیٹھا ہوتا ہے لیکن دوسرے لوگ نہیں۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے اور زیادہ غور کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے یہ بات تو نہایت آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ہر شخص گور کنارے بیٹھا ہے۔ کیونکہ کسی کا نہیں پتہ کہ وہ کب تک رہے گا اور کب یہاں سے چلا جائے گا۔ اس لئے اس بات کا انتظار بے معنی ہے کہ وہ بوڑھا ہو گا یا زیادہ معمر ہو جائے گا تو پھر اسے موت آئے گی۔ موت کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔

پس ہمیں صرف یہ یقین نہیں ہونا چاہئے کہ ہر شخص نے یہاں سے چلے جانا ہے بلکہ اس بات کا بھی یقین ہونا چاہئے کہ یہ معلوم نہیں کہ کس شخص نے کس وقت چلے جانا ہے اور ہم نے خود یہاں کب تک رہنا ہے اور کب ہمارا یہاں سے کوچ ہو جائے گا۔ اگر یہ یقین ہو تو دنیا کا اور ہمارے کاروبار کا نقشہ ہی بدل جائے۔ ہم ہر لحہ یہ سمجھیں کہ معلوم نہیں اگلے لمحے زندہ رہنا ہے یا نہیں۔ اور بڑے بڑے پروگرام جو بنائے جاتے ہیں وہ بنانے سے گریز کریں۔ دوسرے لوگوں سے جن کے حق چھینے جاتے ہیں ان کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے ان کا حق کوئی نہ چھینے۔ اپنے لئے زیادہ حق حاصل کرنے کی اس لئے کوشش نہ کی جائے کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ آخر ہم نے یہاں کب تک رہنا ہے۔ ظلم بھی اس لئے ہوتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین نہیں کہ ہماری موت کب ہو جائے گی۔ ہمیں کب اس دنیا سے جانا پڑے گا۔ ہم نے کب تک یہاں رہ کر دوسرے لوگوں پر دھونس جمانی ہے۔

پس یہ دو باتیں اس طرح آپس میں جڑی ہوئی ہیں کہ ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ الگ کیا جانا چاہئے۔ یعنی ایک بات تو یہ کہ یہ دنیا بے بنیاد ہے اور ہر شخص کو یہاں سے چلے جانا ہے اور دوسرے یہ کہ کسی شخص کو معلوم نہیں کہ وہ کب تک یہاں رہے گا اور اس لئے اس کو سمجھنا یہی چاہئے کہ ہو سکتا ہے کہ میں اگلے ہی لمحے اس دنیا سے کوچ کر جاؤں۔ کہتے ہیں کہ اگر انسان کو یہ احساس ہو جائے کہ اب وہ جانے والا ہے تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اچھے اچھے کام کرے۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ اپنے ہر کام کے متعلق آپ یہ سمجھیں کہ شائد یہ زندگی کا آخری کام ہے۔ ہر وہ شخص جو ایسا سمجھے گا وہ اچھا ہی کام کرے گا کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ کسی پر دست درازی نہیں کرے گا۔ اپنے حقوق سے زیادہ حقوق لینے کی کوشش نہیں کرے گا۔ دوسرے لوگوں کا خون نہیں کرے گا۔ دوسرے لوگوں کا مال نہیں لوٹے گا۔ غرضیکہ کوئی بری بات نہیں کرے گا۔ اس کو یہ احساس کہ اب وہ جانے والا ہے یہ بات اس کو فطری طور پر مجبور کر دے گی کہ وہ اچھا کام کرے۔

پس ان دونوں باتوں کو جب تک آپس میں ملایا نہ جائے اس وقت تک ہمارے اعمال صحیح راستے پر نہیں چل سکتے۔ یعنی موت یقینی ہے اور اس بات کا کسی کو علم نہیں کہ اس نے کب چلے جانا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگلے ہی لمحے وہ چلا جائے۔ صرف ان دو باتوں کو ملانے ہی سے موت کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے یا یوں کہئے کہ زندگی کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ موت تو بہر حال آنی ہی آنی ہے صرف زندگی کے متعلق ہم عام طور پر یہ بات بھول جاتے ہیں یا بھلائے رکھتے ہی کہ یہ کسی لحہ بھی ختم ہو سکتی ہے۔ بعض اوقات ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص وقت سے پہلے چلا گیا۔ حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ اس کا وقت کسی کو کیا معلوم کب تھا۔ جب وہ گیا ہے یہی اس کا وقت تھا۔ اور اس کے جانے کے لئے تو جب وہ پیدا ہوا تھا اسی وقت سے یہ خیال رہنا چاہئے تھا کہ کسی وقت بھی یہ شخص جا سکتا ہے۔ کیا ہم بچوں کو اس طرح جاتے نہیں دیکھتے۔ کیا ہم نوجوانوں کو اس طرح جاتے نہیں دیکھتے۔ یا ہم ادھیڑ عمر کے لوگوں کو اس طرح جاتے نہیں دیکھتے۔

پس جانا یقینی ہے اور اگلے لمحے کا بھی یقین نہیں ہے کہ ہم زندہ رہیں گے۔ جب تک یہ دونوں باتیں ہمارے دل میں میخ کی طرح گڑ نہ جائیں اس وقت تک ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم واقعی موت کو یقینی سمجھتے ہیں۔ نہ صرف دوسروں کے لئے بلکہ اپنے لئے بھی۔ اور یہ بھی احساس رکھتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کب چلے جائیں گے۔

پس اس بے بنیاد گھر کے متعلق یہ دو باتیں ہمیشہ سامنے رکھنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر اثر قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔